ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جون 2024ء — ذوالقعدۃ 1445ھ (جلد 21 شمارہ 11)

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال...............زمانہ اور وقت میں بے برکتی کا دور دورہ.....مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 51)............................نصرتِ الٰہی کی بناء پر غلبہ، اور 6

قومی خیانت کا وبال...// //

درسِ حدیث..............حق و باطل میں تلبیس، اور فرقہ پرستی کا فتنہ......// // 20

مقالات و مضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ و اصلاحِ معاملہ

افادات و ملفوظات...مفتی محمد رضوان 29

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (اٹھارہواں حصہ)...............................مفتی غلام بلال 32

تذکرۂ اولیاء: ....پاکستان میں مسئلہ ٹیکس اور

خلافتِ عمر سے اس کا حل (قسط 6)..مولانا محمد ریحان 36

پیارے بچو!.........................بڑی عید کی کارگزاری..............// // 39

بزمِ خواتین ...ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (حصہ 16).....مفتی طلحہ مدثر 41

آپ کے دینی مسائل کا حل ....تکفیر بازی و مغالطاتِ

سلفی کا جائزہ (قسط 20)...ادارہ 44

کیا آپ جانتے ہیں؟...........................کافروں کے مشابہتی و معاشرتی

بائیکاٹ کا حکم...مفتی محمد رضوان 52

عبرت کدہ ....حضرت موسیٰ اور خضر (حصہ دوم).......مولانا طارق محمود 56

طب و صحت.................لُو لگنا (Sun Stroke)........حکیم مفتی محمد ناصر 59

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب و روز..............................// // 61

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

زمانہ اور وقت میں بے برکتی کا دور دورہ

ہم جس دور سے گزر رہے ہیں، اس میں روز بروز، اوقات میں برکت ختم ہوتی جارہی ہے، وقت اتنی تیزی سے خاموشی کے ساتھ گزر رہا ہے، جس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔

اسی حالت کو کسی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

ہو رہی ہے، عمر مثلِ برف کم   چپکے چپکے، رفتہ رفتہ، دم بدم

قرآن مجید اللہ کی سورہ آلِ عمران میں تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ (سورہ آلِ عمران، رقم الآیۃ ۱۴۰)

’’اور یہ دن، بدلتے رہتے ہیں ہم ان کو لوگوں کے درمیان‘‘

معلوم ہوا کہ ایام، زمانہ، اور اوقات کی تبدیلی، اللہ کی قدرت اور اس کے اختیار میں ہے، وہ ان کو لوگوں کے درمیان، اپنی حسبِ مشیت وحسبِ حکمت تبدیل فرماتا ہے۔

اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اوقات وزمانہ کی بے برکتی، قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، جو قیامت کو قریب کررہی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّی یُقْبَضَ العِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزَّلاَزِلُ، وَیَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَظْهَرَ الفِتَنُ، وَیَكْثُرَ الهَرْجُ، وَهُوَ القَتْلُ القَتْلُ، حَتَّی یَكْثُرَ فِیكُمُ المَالُ فَیَفِیضَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۰۳۶)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، جب تک علم اٹھا نہ لیا جائے، اور زلزلوں کی کثرت نہ ہوجائے ہوگی، اور زمانہ ایک دوسرے کے قریب (یعنی چھوٹا) نہ ہوجائے، اور فتنہ وفساد ظاہر نہ ہوجائے، اور ہرج کی کثرت نہ ہوجائے، اور ہرج سے مراد قتل ہے، قتل (یعنی دنیا میں قتل کے واقعات کی کثرت اور

پھیلاؤ ہوجائے گا) یہاں تک کہ تم میں مال بہت زیادہ ہوجائے گا، جو بہتا پھرے گا (یعنی مال کی کثرت ہوکر قدر و قیمت ،اور برکت گھٹ جائے گی،جیسا کہ آج کے زمانہ میں یہی صورتِ حال ہے)(بخاری)

اورحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، فَتَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَيَكُونَ الشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ، وَتَكُونَ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ، وَيَكُونَ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ، وَتَكُونَ السَّاعَةُ كَاحْتِرَاقِ السَّعَفَةِ اَوِالْخُوصَةُ (صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ٦٨٤٢) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، جب تک کہ زمانہ ایک دوسرے کے قریب (یعنی چھوٹا) نہیں ہوجائے گا، پس سال، مہینے کی طرح ہوکررہ جائے گا،اور مہینہ، ہفتہ کی طرح ہوکررہ جائے گا،اور ہفتہ،دن کی طرح ہوکررہ جائے گا اور گھنٹہ،کھجور کی شاخ،یادرخت کا پتہ جلنے کی طرح ہوکررہ جائے گا (جس طرح کھجور کی شاخ،یادرخت کے پتہ،کا جلتے ہی جلد کام تمام ہوجاتا ہے،اسی کیفیت کے ساتھ ایک گھنٹہ گزرے گا)(مسنداحمد)

اورحضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، فَتَكُونُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ، وَتَكُونُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ، وَيَكُونُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ، وَتَكُونُ السَّاعَةُ كَالضَّرَمَةِ بِالنَّارِ (سنن الترمذى،رقم الحديث ٢٣٣٢)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی ،جب تک کہ زمانہ ایک دوسرے کے قریب (اور چھوٹا) نہیں ہوجائے گا،پس سال مہینے کی طرح ہوکررہ جائے گا،اور مہینہ، ہفتہ کی طرح ہوکررہ جائے گا،اور ہفتہ،دن کی

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الصحيح(حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

طرح ہو کر رہ جائے گا، اور دن، ایک گھنٹہ کی طرح ہو کر رہ جائے گا، اور گھنٹہ، آگ سے سلگ کر بجھ جانے والی تیلی (یا چقماق) کی طرح ہو کر رہ جائے گا (جو سلگنے کے بعد تیزی سے ختم ہوجاتی ہے) (ترمذی)

معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے زمانہ اور اوقات کی برکت اڑ جائے گی، جس کی وجہ سے سال، مہینہ کی طرح گزر جایا کرے گا، اور مہینہ، ہفتہ کی طرح گزر جایا کرے گا، اور ہفتہ، دن کی طرح گزر جایا کرے گا، اور دن، گھنٹہ کی طرح گزر جایا کرے گا، اور گھنٹہ، آگ سے سلگنے والی ماچس کی تیلی وغیرہ کی طرح آناً فاناً گزر جایا کرے گا۔ آج مذکورہ احادیث میں بیان کی ہوئی یہ حالت ہو بہو ہمارے سامنے ہے، جو قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

شہابُ الدین، تورپشتی (المتوفیٰ: 661ھ) فرماتے ہیں:

يُحْمَلُ ذٰلِكَ عَلَى قِلَّةِ بَرَكَةِ الزَّمَانِ وَذَهَابِ فَائِدَتِهِ ، أَوْ عَلَى أَنَّ النَّاسَ لِكَثْرَةِ اهْتِمَامِهِمْ بِمَا دَهَمَهُمْ مِنَ النَّوَازِلِ وَالْمَشِيبَاتِ شغلَ قُلُوبُهُم بِالْفِتَنِ الْعِظَامِ، لَا يَدْرُونَ كَيْفَ تَنْقَضِي أَيَّامُهُمْ وَلَيَالِيهِمْ (الميسر في شرح مصابيح السنة، ج۴، ص۱۱۵۸، كتاب الفتن، باب أشراط الساعة)

ترجمہ: یہ حدیث زمانہ کی برکت کم ہوجانے، اور اس کا فائدہ چلے جانے پر محمول ہے، یا اس بات پر محمول ہے کہ لوگوں پر آفات، اور جلد بوڑھا کرنے والی چیزوں کا تاریک سایہ ہونے کی وجہ سے ان کے دل بڑے فتنوں میں مشغول ہوجائیں گے، ان کو دنوں اور راتوں کے گذرنے کا ادراک بھی نہ ہوگا (شرح مصابیح السنہ)

اور آج ایسے میڈیائی پروگرام، کھیل کود، اور دوسرے مست کردینے والے مشغلے بہت عام ہوگئے ہیں، جن میں لگ کر وقت گذرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا، جس کے نتیجہ میں اوقات کی قدر و قیمت سے غفلت پیدا ہورہی ہے، زندگی کی گھڑی بڑی تیزی سے گزر رہی ہے، اور عمر تیزی کے ساتھ گھٹ رہی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ زندگی کے اوقات کی قدر و قیمت کو سمجھیں، اور اس کو فضولیات، خرافات و منکرات میں لگ کر ضائع ہونے سے بچائیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط51، آیت نمبر160تا163) مفتی محمد رضوان

نصرتِ الٰہی کی بناء پر غلبہ، اور قومی خیانت کا وبال

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴿160﴾وَمَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿161﴾اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿162﴾هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴿163﴾ (سورة آلِ عمران)

ترجمہ: اگر نصرت کرے تمہاری اللہ، تو نہیں غالب ہوگا کوئی تمہارے لئے، اور اگر رسوا کرے وہ (اللہ) تم کو، تو کون ہے وہ جو نصرت کرے گا تمہاری، اس کے بعد، اور اللہ پر ہی پس توکل کرنا چاہیے مومنوں کو (160) اور نہیں ہے نبی کے لئے یہ کہ قومی خیانت کرے وہ، اور جو شخص قومی خیانت کرے گا، آئے گا وہ اس چیز کے ساتھ کہ خیانت کی اس نے، قیامت کے دن، پھر بدلہ دیا جائے گا، ہر نفس کو وہ جو کمایا اس نے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (161) کیا پس جو تلاش کرے اللہ کی خوشنودی کو، اس کی طرح ہوسکتا ہے، جو مستحق ہوا اللہ کی ناراضگی کا اور اس کا ٹھکانا، جہنم ہے، اور بہت برا ٹھکانا ہے (162) ان (لوگوں) کے کئی درجات ہیں، اللہ کے نزدیک، اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے، ان چیزوں کو جو عمل کرتے ہیں وہ (163) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا کہ:

”اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ“

”اگر نصرت کرے تمہاری اللہ، تو نہیں غالب ہوگا کوئی تمہارے لئے ،اور اگر رسوا کرے وہ (اللہ) تم کو، تو کون ہے وہ جو نصرے کرے گا تمہاری، اس کے بعد،اور اللہ پر ہی پس توکل کرنا چاہیے مومنوں کو“۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو بندے اللہ کی، یعنی اس کے دین کی نصرت ومدد کرتے ہیں، تو ان کے لئے اللہ کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

اور اگر اللہ رسوا کرے، تو پھر اللہ کے مقابلہ میں کوئی بھی مدد نہیں کرسکتا۔

اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے، تب ہی اللہ کی نصرت ومدد آتی ہے۔

جیسا کہ سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (سورة محمد، رقم الآية ٧)

ترجمہ: اے وہ لوگو، جو ایمان لائے، اگر نصرت کرو گے تم اللہ کی، تو نصرت کرے گا وہ (اللہ) تمہاری، اور ثابت رکھے گا وہ (اللہ) تمہارے قدموں کو (سورہ محمد)

معلوم ہوا کہ اللہ کے دین کی نصرت کی وجہ سے اللہ کی طرف سے نصرت آتی ہے، اور بندوں کی ہمت وطاقت بھی مضبوط ہوتی ہے، جس کا دشمن مقابلہ نہیں کرسکتے۔

اور سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورة التوبة رقم الآية ٤٠)

ترجمہ: اگر نصرت نہیں کرو گے تم اس (اللہ کے نبی) کی تو یقیناً نصرت کر چکا ہے، اس (نبی) کی اللہ، جب نکالا اس کو ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، دو میں سے دوسرے کو، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب کہہ رہا تھا وہ (نبی) اپنے صاحب سے کہ نہ غم کر تو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر نازل کیا اللہ نے اپنے سکینہ کو اس

(نبی) پر اور تائید کی اس (نبی) کی ایسے لشکر کے ساتھ کہ نہیں دیکھا تم نے اس کو، اور کردیا اس (اللہ) نے کلمہ کو ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا، نیچا، اور اللہ کا کلمہ وہی بلند ہے، اور اللہ عزیز ہے، حکیم ہے (سورہ توبہ)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اللہ کے نبی کی بھی نصرت ومدد نہ کرے، تو اللہ اس کی نصرت ومدد کے لئے کافی ہے اور اللہ اپنے نبی کی ایسے مقام پر فرشتے بھیج کر نصرت فرماچکا ہے، جہاں کوئی اللہ کے علاوہ مددگار نہیں تھا، یعنی ہجرت کے وقت۔

خلاصہ یہ کہ اللہ کی نصرت ومدد نہ تو اللہ کے دین کی خلاف ورزی کرنے سے آتی، اور نہ ہی اللہ کے علاوہ کسی دوسری چیز پر توکل کرنے سے آتی، اللہ کی نصرت ومدد کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، ایک تو اللہ کے دین کی نصرت ومدد کرنا، دوسرے اللہ پر توکل کرنا۔

آج مسلمان ان ہی دو چیزوں کے کمزور ہونے کی وجہ سے دنیا بھر میں ذلت ورسوائی سے دوچار ہیں، اور وہ اس مقصد کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں۔

چنانچہ ہم مسلسل مشاہدہ کررہے ہیں کہ کافروں کی طرف سے بار بار اور جگہ جگہ مسلمانوں پر ذلت ورسوائی اور ظلم وستم ڈھائے جاتے ہیں، مگر مسلمان اپنے اعمال کی اصلاح کرنے کے لئے آمادہ نہیں، الٹا کافروں سے شکوے شکایتوں اور ان کے ظلم وستم کے چرچوں کا ذکر ہر وقت کرتے ہیں۔

یہ طرزِ عمل قرآن وسنت کی رو سے کبھی بھی مسلمانوں کو اس وبال سے نہیں بچاسکتا، اس کا راستہ صرف اللہ کے دین پر عمل کرنا، اور اللہ پر توکل کرنا ہے، اس کے بعد ہی دوسرے اسباب وتدابیر بھی موثر ہوسکتی ہیں، ایسی صورت میں اگر اسباب نہ ہوں، تب بھی اللہ کی طرف سے غیبی نصرت ومدد آتی ہے، ورنہ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا، جب تک اللہ کو منظور ہوگا۔

اس کے بعد مذکورہ آیات میں سے دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ“

”اور نہیں ہے نبی کے لئے یہ کہ قومی خیانت کرے وہ، اور جو شخص قومی خیانت کرے

گا، آئے گا وہ اس چیز کے ساتھ کہ خیانت کی اس نے، قیامت کے دن، پھر بدلہ دیا جائے گا، ہر نفس کو وہ جو کمایا اس نے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا‘‘۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نبی کی تو یہ شان ہی نہیں کہ وہ مالِ غنیمت اور سرکاری وقومی خزانہ میں خیانت کا ارتکاب کرے، اور جو شخص بھی مالِ غنیمت اور سرکاری وقومی خزانہ میں خیانت کا مرتکب ہو، اس کا وبال وعذاب یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن خیانت کردہ چیز کو لے کر حاضر ہوگا، اور پھر دردناک وذلت آمیز عذاب چکھے گا، قیامت کے دن ہر نفس وجاندار کو اپنے کئے ہوئے عمل کا پورا بدلہ وصلہ دیا جائے گا، جس میں کسی قسم کا ظلم وزیادتی نہیں کی جائے گی۔

پھر اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

’’اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ‘‘

’’کیا پس جو تلاش کرے اللہ کی خوشنودی کو، اس کی طرح ہوسکتا ہے، جو مستحق ہوا اللہ کی ناراضگی کا اور اس کا ٹھکانا، جہنم ہے، اور بہت برا ٹھکانا ہے‘‘۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نبی کا مقصود تو خالص اللہ کی رضاء ہے، اور جو شخص اللہ کی رضاء کو تلاش کرے، وہ ایسے شخص کی طرح کیسے ہوسکتا ہے، جو مالِ غنیمت اور سرکاری وقومی خزانہ میں خیانت کا ارتکاب کر کے اللہ کی ناراضگی کا مستحق ہو، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہو، جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

پھر اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

’’هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ‘‘

’’ان (لوگوں) کے کئی درجات ہیں، اللہ کے نزدیک، اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے، ان چیزوں کو جو عمل کرتے ہیں وہ‘‘۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک لوگوں کے اعمال کے اعتبار سے جنت وجہنم کے مختلف درجات ہیں، نبی کا درجہ جنت میں سب سے اعلیٰ ہے، پھر نبی پر خیانت کے الزام کا کیا مطلب؟

اور پھر بھی کسی کی تسلی نہ ہو، تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ، لوگوں کے اعمال کی مکمل بصیرت رکھتا ہے، اس کو معلوم ہے کہ کون خیانت کرتا ہے، اور کون نہیں، اسی اعتبار سے ہر ایک اپنے عمل کا اس

کے سامنے جواب دہ ہے۔

جیسا کہ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (سورة الانعام رقم الآية ١٣٢)

ترجمہ: اور ہر ایک کے لئے درجات ہیں، ان میں سے جو عمل کئے انہوں نے، اور نہیں ہے تمہارا رب غافل ان کاموں سے جو عمل کرتے ہیں وہ (سورہ انعام)

اور سورہ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (سورة الاحقاف رقم الآية ١٩)

ترجمہ: اور ہر ایک کے لئے درجات ہیں، ان میں سے جو عمل کئے انہوں نے، اور یقیناً پورا بدلہ دے گا وہ (اللہ) ان کو، اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے (سورہ انعام)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نزلت هذه الآية: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ. فى قطيفةٍ حمراء فُقِدَتْ يومَ بدرٍ، فقال بعضُ الناسِ: لعلَّ رسولَ الله - صلَّى الله عليه وسلم - أخذها، فأنزلَ اللهُ عزَ وجلَّ: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ. إلى آخر الآية (سنن ابى داود، رقم الحديث ٣٩٧١)

ترجمہ: سورہ آلِ عمران کی یہ آیت کہ:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّغُلَّ

اس موقع پر نازل ہوئی، جب بدر کے دن، سرخ مخمل والا کپڑا غائب ہوگیا، تو بعض لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لے لیا ہو، تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّغُل

آخر آیت تک (ابوداود)

اورطبرانی کی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کو روانہ کیا، جس کے لوگوں نے مالِ غنیمت میں خیانت کی، تو سورہ آلِ عمران کی یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

اور بزار نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

"وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ" قَالَ :مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَتَّهِمَهُ أَصْحَابَهُ (كشف الاستار عن رواية البزار، رقم الحديث ٢١٩٧)

ترجمہ: سورہ آلِ عمران کی یہ آیت کہ:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّغُلَ

میں یہ بتلایا کہ نبی کو اس کے اصحاب کا تہمت لگانا، جائز نہیں (بزار)

اورطبرانی کی ایک روایت میں یہ بھی وضاحت ہے کہ اللہ کے نبی پر تہمت لگانے والے یہ لوگ منافق تھے۔ [2]

اور کسی آیت کے ایک سے زیادہ واقعات کے موقع پر نازل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

سرکاری خزانہ اور قومی دولت میں خیانت کرنے کا وبال اور عذاب بڑا سخت ہے، کیونکہ اس کے ساتھ لاکھوں، کروڑوں لوگوں کا حق وابستہ ہوتا ہے، جس کا گناہ اسی حیثیت سے شدید ہے، جس کی معافی تلافی بھی بہت مشکل، یا ناممکن ہے، اسی لئے یہ گناہ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے بڑی ذلت ورسوائی کا باعث ہے۔

مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں ہے:

وَفِيهِ تَهْدِيدٌ عَظِيمٌ وَوَعِيدٌ جَسِيمٌ فِي حَقِّ مَنْ يَأْكُلُ مِنَ الْمَالِ الَّذِي يَتَعَلَّقُ

---

[1] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ :بَعَثَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :جَيْشًا فَرُدَّتْ رَايَتُهُ، ثُمَّ بَعَثَ فَرُدَّتْ بِغُلُولِ رَأْسِ غَزَالٍ مِنْ ذَهَبٍ فَنَزَلَتْ :(وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ١٢٦٨٣)

[2] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ (وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ) وَكَيْفَ لَا يَكُونُ لَهُ أَنْ يَغُلَّ وَلَهُ أَنْ يُقْتَلَ، قَالَ اللهُ :(وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ) (آل عمران) وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ اتَّهَمُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ١١١٧٤)

بِهِ حَقُّ جَمْعٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَمَالِ الْأَوْقَافِ وَكَمَالِ بَيْتِ الْمَالِ، فَإِنَّ التَّوْبَةَ مَعَ الِاسْتِحْلَالِ، أَوْ رَدَّ حُقُوقِ الْعَامَّةِ مُتَعَذِّرٌ، أَوْ مُتَعَسِّرٌ (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج،ص ٦،ص ٢٥٨٢، كتاب الجهاد، باب قسمة الغنائم والغلول فيها)

ترجمہ: اس (حدیث) میں سخت تنبیہ، اور بڑی شدید وعید ہے، اس شخص کے بارے میں جو اس مال سے کھالے (ناجائز طریقہ پر لے لے) جس کے ساتھ تمام مسلمانوں کا حق وابستہ ہے، جیسا کہ اوقاف کا مال، اور سرکاری خزانہ کا مال، کیونکہ حلال سمجھتے ہوئے توبہ کرنا، یا عامۃ الناس کے حقوق کو اداء کرنا متعذر، یا بہت مشکل ہے (مرقاۃ)

حضرت عدی کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ، فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا، فَمَا فَوْقَهُ كَانَ غُلُولًا يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٨٣٣ "٣٠" ابن حبان، رقم الحديث ٥٠٧٨، كتاب القضاء، باب الرشوة)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نے جس کو تم میں سے حکومت کا کام کرنے کے لئے مقرر کیا، پھر اُس حکومتی اہل کار نے (سرکاری وحکومتی مال) میں سے سوئی، یا اُس سے زائد چیز ہم سے چُھپالی، تو وہ خیانت کرنے والا ہے، جس کو وہ قیامت کے دن (سب مخلوق کے سامنے) لے کر حاضر ہوگا (صحیح مسلم، ابن حبان)

سرکاری مال، اور قومی خزانہ سے سوئی کی مقدار کے برابر کسی چیز کی خیانت اور خرد برد کرنے پر یہ وعید ہے کہ وہ اس چیز کو بروزِ قیامت ساری مخلوق کے رُوبرُو لے کر حاضر ہوگا، تو جو اس سے زیادہ مقدار کی چیز کی خیانت کرے، اس کا کیا حال ہوگا۔

قومی وسرکاری املاک واموال، یا خزانہ کی تھوڑی سی چیز میں خیانت کے سخت وبال کی وجہ یہ ہے کہ اس مال کے ساتھ چھوٹے بڑے، عورت مرد، امیر وغریب، شہری ودیہاتی، پڑھے لکھے اوران پڑھ

وغیرہ سب لوگوں کا حق وابستہ ہوتا ہے، جن سے معافی تلافی کی صورت بھی ممکن نہیں، جو لوگ سرکاری محکموں میں ملازم ہوتے ہیں، اور وہاں کی چیزوں مثلاً بجلی، گیس، فون، اور دوسری مشینری وغیرہ کا ناجائز استعمال کرتے ہیں، یا ان کی اضاعت کرتے ہیں، وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں، اور جو لوگ سرکاری اشیاء کے استعمال اور ان سے استفادہ کرنے کی اجرت وکرایہ حاصل کرنے پر مقرر ہوتے ہیں، اور وہ تھوڑے بہت پیسے لے کر اپنی جیب میں ڈال لیتے ہیں، اور ان سے مقررہ اجرت وکرایہ لے کر سرکاری خزانہ میں جمع نہیں کراتے، وہ بھی اس میں داخل ہیں، جیسا کہ ریل کے مسافروں کی نگرانی کرنے والے افسران، وغیرہ، یہ سب اللہ کے نزدیک بڑے مجرم ہیں، جن کا سب راز، بروزِ قیامت فاش ہو جائے گا، اور سخت ذلت وعذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت واصلاح فرمائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ الْغُلُولَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ أَمْرَهُ، قَالَ: لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ، عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ، يَقُولُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِيْ، فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ أَبْلَغْتُكَ، وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ، يَقُولُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِيْ، فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ، وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ، فَيَقُولُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِيْ، فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ، أَوْ عَلٰى رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ، فَيَقُولُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِيْ، فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ أَبْلَغْتُكَ (بخاری، رقم الحديث ۳۰۷۳، کتاب الجهاد والسير، باب الغلول، مسلم، رقم الحديث ۱۸۳۱ "۲۴")

ترجمہ: ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کا تذکرہ کر کے اور اس کو بڑا بھاری گناہ ظاہر کر کے اور خیانت کا بڑا جرم ہونا بتا کر فرمایا کہ مجھے قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس حالت میں دیکھنا پسند نہیں کہ اس کی گردن پر بولتی ہوئی بکری سوار ہو، اور اس کی گردن پر گھوڑا بیٹھا ہوا ہنہنا رہا ہو اور وہ

کہے کہ اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمایئے، تو میں کہہ دوں گا کہ تیرے لیے مجھے کوئی اختیار نہیں ہے، میں نے (اس سلسلہ میں) تجھے حکمِ الٰہی پہنچا دیا تھا اور اس کی گردن پر لدا ہوا اونٹ بلبلا رہا ہو، وہ کہے کہ اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمایئے، تو میں کہہ دوں گا کہ میرے قبضہ میں تیرے لیے کوئی اختیار نہیں ہے اور میں نے تجھے (اس سلسلہ میں) حکمِ الٰہی پہنچا دیا تھا، اور اس کی گردن پر خاموش مال (یعنی سونا، چاندی، روپیہ پیسہ وغیرہ) ہو، اور وہ مجھے کہے کہ اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمایئے، تو میں کہہ دوں گا کہ میرے اختیار میں تیرے لیے کچھ نہیں ہے، میں نے تجھے (اس سلسلہ میں) حکمِ الٰہی پہنچا دیا تھا، یا اس کی گردن پر کپڑے حرکت کر رہے ہوں اور وہ کہے کہ اے اللہ کے رسول! میری مدد فرمایئے، تو میں کہہ دوں گا کہ میرے اختیار میں تیرے لیے کچھ نہیں ہے، میں نے تو تجھے (اس سلسلہ میں) حکمِ الٰہی پہنچا دیا تھا (بخاری، مسلم)

معلوم ہوا کہ سرکاری املاک اور قومی خزانہ میں خیانت کرنے والا، خیانت شدہ چیز کا بوجھ اپنے اوپر لاد کر لائے گا، جو اس کے لئے شدید عذاب کا باعث بنے گا، جو لوگ ملکی دولت میں بڑے بڑے ہاتھ صاف کرتے ہیں، سرکاری زمینوں پر ناجائز قابض ہو جاتے ہیں یا اور کسی طریقہ سے سرکاری املاک میں خیانت اور کرپشن کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ سب قیامت کے دن اس ذلت اور دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

ایسے حرام خوروں اور اجتماعی چوروں کی اللہ کے رسول کی طرف سے بھی مدد نہیں ہوگی، اور ان کو ذلت ورسوائی والے عذاب میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے گا۔

آج جب اللہ کے رسول کا پیغام سامنے ہے، تو قیامت سے پہلے آج ہی اس پر عمل کر کے آخرت کی نجات کا سامان کر لینا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ، فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ فِي النَّارِ، فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ، فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا (بخاری، رقم الحدیث ۳۰۷۴، کتاب

الجهاد والسير، باب القليل من الغلول)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (سرکاری) مال پر کرِکرَہ نامی ایک شخص متعین تھا، جب اس کا انتقال ہوا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے، پھر لوگ اس کی تفتیش کرنے لگے، تو انہوں نے اس کے سامان میں ایک عباء (چادر) دیکھی، جو اس نے خیانت کر کے مالِ غنیمت (قومی خزانہ) میں سے چھپا کر رکھ لی تھی (بخاری)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جو جہنمی بتلایا تھا، تحقیق کرنے پر اس کا سبب سرکاری وقومی خزانہ میں سے ایک چادر کو خیانت کر کے لے لینا معلوم ہوا، اس طرح کی اور احادیث بھی ہیں۔

اور یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے، جس کی تحویل میں کسی بھی قسم کا سرکاری مال اور قومی خزانہ کی نقدی، یا کوئی دوسری چیز ہو، اور وہ اس میں خیانت کا ارتکاب کرے، خواہ وہ کوئی وزیرِ خزانہ ہو، یا کسی دوسرے سرکاری عہدہ پر مامور بڑا، یا چھوٹا کارندہ ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: اُسْتُشْهِدَ مَوْلَاكَ فُلَانٌ، قَالَ: كَلَّا إِنِّي رَأَيْتُ عَلَيْهِ عَبَاءَةً، غَلَّهَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا(مسند احمد، رقم الحديث ١٢٥٢٨)

ترجمہ: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کا فلاں غلام شہادت کے درجہ پر فائز ہو گیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، میں نے تو اس پر ایک عباء (وچادر) دیکھی تھی جو اس نے فلاں دن (مالِ غنیمت میں سے) خیانت کر کے حاصل کی تھی (مسند احمد)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بھی خیانت کی وجہ سے اللہ کے راستہ میں جان دے کر شہادت کے اجر وثواب سے محروم ہو سکتا ہے، تو دوسرے کی کیا حیثیت ہے؟

اس واقعہ سے ان فوجی لوگوں اور بطورِ خاص فوجی افسران کو بھی سبق حاصل کرنا چاہیے، جو سرکاری وقومی خزانہ کا بے جا استعمال کرتے ہیں، اور بعض لوگ لوٹ مچائی کر کے بڑی بڑی عیاشی کے اڈے قائم کرتے ہیں، اور اپنی جیبیں بھرتے، اور ناجائز وحرام ملکیت بڑھاتے ہیں۔

ایسے فوجی دنیا میں شہید ہو کر بھی آخرت کے عذاب سے بری نہیں ہو سکتے، اور قیامت کے دن کی

رسوائی سے نہیں بچ سکتے، بے شک ان کو دنیا میں کتنے بڑے بڑے اعزازات سے کیوں نہ نوازدیا جائے،اوران کے نام پر کتنی چیزیں کیوں نہ بنادی جائیں۔اللہ حفاظت فرمائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً، إِلَّا الْأَمْوَالَ وَالثِّيَابَ وَالْمَتَاعَ، فَأَهْدٰى رَجُلٌ مِنْ بَنِي الضُّبَيْبِ، يُقَالُ لَهُ رِفَاعَةُ بْنُ زَيْدٍ، لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا، يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ، فَوَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى وَادِي الْقُرٰى، حَتّٰى إِذَا كَانَ بِوَادِي الْقُرٰى، بَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، إِذَا سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ، فَقَالَ النَّاسُ: هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَلَّا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ، لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ، لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ،أَوْ شِرَاكَيْنِ،إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: شِرَاكٌ مِّنْ نَّارٍ،أَوْ: شِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ(بخاری، رقم الحديث ٦٧٠٧،كتاب الأيمان والنذور،باب :هل يدخل في الأيمان والنذور الأرض، والغنم، والزروع، والأمتعة، مسلم، رقم الحديث ١١٥ ”١٨٣“)

ترجمہ:ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے دن نکلے،ہمیں مالِ غنیمت میں سونا چاندی نہیں ملا، بلکہ مال، کپڑے اور سامان وغیرہ ملے،پس بنی ضبیب قبیلہ کے ایک آدمی نے جسے رفاعہ بن زید کہا جاتا تھا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غلام ہدیہ کیا،جس کو مدعم کہا جاتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی قریٰ کی طرف سفر شروع کیا، یہاں تک کہ جب وہ وادی قریٰ میں تھے،اور مدعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ (یعنی سواری کی سیٹ کو) اُتار رہا تھا کہ اتنے میں ایک ایسا تیر جس کے مارنے والے کا پتہ نہ تھا،اس طرف آیا اور اس نے اس غلام کو قتل کردیا،لوگوں نے کہا کہ اس کو شہادت مبارک ہو،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں،اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جو چادر اس نے خیبر کے دن، مالِ غنیمت میں سے

تقسیم ہونے سے پہلے لے لی تھی، وہ اس پر (قبر وآخرت میں) آگ کا شعلہ بنے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سن کر ایک آدمی ایک یا دو تسمہ لے کر آیا اور کہنے لگا کہ یہ چیز مجھے (اجتماعی اور سرکاری مال میں) ملی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اگر تم نہ دیتے تو) یہ تسمے (بھی) آگ کے ہوجاتے (بخاری، مسلم)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ، إِلٰى جَنْبِ بَعِيْرٍ مِنَ الْمَقَاسِمِ، ثُمَّ تَنَاوَلَ شَيْئًا مِنَ الْبَعِيْرِ، فَأَخَذَ مِنْهُ قَرَدَةً، يَعْنِي وَبَرَةً، فَجَعَلَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ هٰذَا مِنْ غَنَائِمِكُمْ، أَدُّوْا الْخَيْطَ، وَالْمِخْيَطَ، فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ، وَمَا دُوْنَ ذٰلِكَ، فَإِنَّ الْغُلُوْلَ عَارٌ، عَلٰى أَهْلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَشَنَارٌ وَنَارٌ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٢٨٥٠، كتاب الجهاد)

ترجمہ: حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مالِ غنیمت کے ایک اونٹ کے پاس نماز پڑھائی، پھر اس اونٹ میں سے کچھ لیا، پھر اس میں سے ایک بال کو لیا، پھر اس کو آپ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان رکھا، پھر فرمایا کہ اے لوگو! یہ تمہارے غنائم (یعنی سرکاری ومشترکہ قومی مال) کا حصہ ہے، ایک دھاگہ اور سوئی اور اس سے زیادہ، یا اس سے کم، جو کچھ بھی ہو، جمع کرواؤ، اس لئے کہ مالِ غنیمت میں خیانت کرنا خائن کے لئے قیامت کے دن عار، رُسوائی اور عذاب کا باعث ہوگا (ابنِ ماجہ)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ:

فَأَدُّوْا الْخَيْطَ وَالْمِخْيَطَ فَمَا فَوْقَهُمَا، وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوْلَ، فَإِنَّهُ عَارٌ وَشَنَارٌ عَلٰى صَاحِبِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٧١٥٤)

ترجمہ: پس تمہارے پاس (قوم کے اجتماعی وسرکاری مال میں سے) دھاگہ اور سوئی، یا اس سے بھی کم درجے کی چیز ہو، تو وہ واپس کردو، اور تم اپنے آپ کو خیانت کرنے سے بچاؤ، کیونکہ وہ قیامت کے دن خیانت کرنے والے پر ندامت اور رُسوائی کا باعث ہوگی (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ جولوگ سرکاری خزانہ اورقومی دولت پرڈاکہ ڈال کردنیا میں عارضی عزت وشہرت،اور راحت حاصل کرلیتے ہیں،وہ ان کے لئے سودمند نہیں،کل بروزِ قیامت ساری عزت،شہرت،اور راحت نیست ونابود ہوکر رہ جائے گی،اورمخلوق کے سامنے سخت ذلت ورسوائی اٹھانی پڑے گی، اگرچہ وہ دنیا کی عدالت سے بچ کرنکل جائیں،اور پکڑائی نہ دیں،لیکن ان کواللہ کی عدالت،اور ذلت والے عذاب سے بچناممکن نہیں۔

حضرت رویفع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتُتِحَ حُنَيْنًا، فَقَامَ فِينَا خَطِيبًا فَقَالَ:لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ، يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ، وَلَا أَنْ يَّبْتَاعَ مَغْنَمًا حَتّٰى يُقْسَمَ، وَلَا أَنْ يَّلْبَسَ ثَوْبًا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى إِذَا أَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيهِ، وَلَا يَرْكَبَ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى إِذَا أَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٩٩٠)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جب حنین فتح ہوا،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے،اور فرمایا کہ اللہ پراور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ اپنے پانی (یعنی شرمگاہ کی منی) سے دوسرے کا کھیت (یعنی کسی دوسرے کی بیوی کو) سیراب کرنے لگے،اورنہ(ہی یہ حلال ہے کہ) تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت کی خریدوفروخت کرے،اورنہ ہی مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں سے کوئی ایسا کپڑا پہنے کہ جب پرانا ہوجائے،تو (خراب حالت میں)واپس وہیں پہنچادے،اورنہ ہی مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں سے کسی سواری پر سوار ہوکہ جب وہ لاغر ہوجائے،تو (کمزورحالت میں) واپس وہیں پہنچادے(مسنداحمد)

معلوم ہوا کہ سرکاری املاک،اورقومی خزانہ سے کوئی چیز استعمال کرکے اوراس کوخراب وردّی کرکے واپس لوٹانا جائز نہیں،پھراگرابتداء سے ہی اس کا استعمال ناجائز تھا،تواس کا گناہ اورحرام ہونا بالکل ظاہر ہے،،خواہ ردی اورخراب نہ بھی ہو،اورخراب ہوجائے،تو دہرا گناہ ہے،اوراگراس کا استعمال جائز تھا،جیسا کہ سرکاری سواری وگاڑی استعمال کے لئے دی گئی،تواس کو بے دردی کے ساتھ

استعمال اورخراب کر کے واپس کرنا بھی جائزنہیں،جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا۔

حضرت ابنِ عمررضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِّنْ غُلُوْلٍ، وَكُنْتَ عَلَى الْبَصْرَةِ (مسلم،رقم الحديث ۲۲۴، كتاب الطهارة،باب وجوب الطهارة للصلاة)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نماز، بغیر طہارت کے قبول نہیں کی جاتی اور صدقہ اس مال سے قبول نہیں کیا جاتا، جوقومی خزانہ سے خیانت کر کے حاصل کیا جائے (مسلم)

آج کل جولوگ سرکاری ملازم،یاسیاسی عہدہ دارہوتے ہیں،وہ بڑی بڑی خیانتوں کاارتکاب کرتے ہیں،ایسےلوگ اگراس مال سےصدقہ وخیرات کریں،یاحج وعمرہ کریں،تووہ قبول نہیں کیاجاتا۔

افسوس کہ ہمارے یہاں سرکاری املاک اورقومی دولت کے ساتھ جس طرح کا بہیمانہ سلوک جاری ہے،اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔

آج جوشخص بھی کسی سرکاری عہدہ پر براجمان،ہوتاہے،وہ گویاکہ اس پرایک ناگ بن کر بیٹھ جاتا ہے،اوراس سے خوب بےدردی وبےرحمی کے ساتھ ہاتھ صاف کرتا ہے،بعض اوقات قومی خزانہ کو اتنا بڑا نقصان پہنچادیا جاتا ہے کہ پورا ملک اور ہر ہر بچہ سودی قرض کے بوجھ میں ڈوب جاتا ہے،اور پوراملک معاشی طور پرتباہی کے کنارہ چلاجاتاہے۔

بحیثیتِ مسلمان ہرشخص کوخواہ وہ حکمران ہو،یافوجی ہو،یاجج ہو،یاکسی بھی سرکاری عہدہ،اورسرکاری ادارہ کےساتھ وابستہ ہو،اوراسی طرح اوقاف،دینی مدارس،ومساجد کے ہرنگران وذمہ دار ہرایک کومذکورہ احادیث کوملاحظہ کرکےاپنی ذمہ داریوں کوسمجھنا،اوراپنی اصلاح کی فکرکرنی چاہیے،کیونکہ ایک عرصہ سے سرکاری عہدیداران کےعلاوہ دینی مدارس ومساجد کےخزانوں کے بہت سے نگران ومہتمم حضرات کی حالت بھی بہت ناگفتہ بہ اورتباہ کن نظرآتی ہے،جوقوم کےاجتماعی مال پرعیاشی اورشاہ خرچی کرتے ہیں،اوران اداروں سے وابستہ نچلی سطح کاطبقہ وعملہ کسمپرسی کےعالم میں نظرآتاہے۔

اللہ حفاظت واصلاح فرمائے۔آمین۔

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

حق وباطل میں تلبیس، اور فرقہ پرستی کا فتنہ

احادیث میں امتِ مسلمہ کو اس بات سے بھی باخبر کیا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے ایسے فتن درفتن کا دور دورہ ہوگا کہ حق وباطل میں تلبیس اور خلط ملط ہوجائے گا، اور اتنے زیادہ فرقے پیدا ہوجائیں گے کہ ہر ایک کے ساتھ حق وباطل کی کم وبیش آمیزش ہوجائے گی، جیسا کہ موجودہ زمانہ میں شاید ہی کوئی رسمی فرقہ ایسا بچا ہو کہ جس کے ساتھ وابستہ لوگوں میں، افراط، یا تفریط کی آمیزش نہ ہوگئی ہو، ایسی صورتِ حال میں کسی فرقہ سے بھی وابستہ لوگوں کی ہر بات کو حق، یا ناحق قرار دینا مشکل ترین مرحلہ بن کر رہ گیا ہے۔

اور دین کے ساتھ وابستہ ایسی طائفہ قیامت تک ضرور موجود رہے گی، جو حق کا دامن نہیں چھوڑے گی، اس طائفہ حقہ کے افراد کو حق پر قائم رہنے والی طائفہ قرار دیا گیا ہے، خواہ وہ ایک دوسرے سے جدا، اور کم افراد کیوں نہ ہوں، اس سے کوئی مخصوص معروف نام کا گروہ وجتھا مراد نہیں۔ [1]

اب اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوبِ كَالْحَصِيرِ عُودًا عُودًا، فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا، نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا، نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ، حَتَّى تَصِيرَ عَلَى

[1] ويحتمل أن هذه الطائفة مفرقة بين أنواع المؤمنين منهم شجعان مقاتلون ومنهم فقهاء ومنهم محدثون ومنهم زهاد وآمرون بالمعروف وناهون عن المنكر ومنهم أهل أنواع أخرى من الخير ولا يلزم أن يكونوا مجتمعين بل قد يكونون متفرقين فی أقطار الأرض(شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب الامارة،باب قوله صلى الله عليه وسلم لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم)

قَلْبَيْنِ، عَلَى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ، وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوزِ، مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا، وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا، إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ(صحیح مسلم،رقم الحدیث ۱۴۴ "۲۳۱")

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فتنے دِلوں پر چٹائی کے تنکوں کی طرح اوپر، نیچے،اور پے در پے پیش ہوں گے، پس جس دل میں وہ فتنے داخل ہوں گے،تو اس دل میں سیاہ نکتہ جم جائے گا؛اور جو دل ان فتنوں سے نفرت کرے گا،تو اس دل میں سفید نکتہ جم جائے گا؛یہاں تک کہ اب دو قسم کے دل ہو جائیں گے،سفید نکتے والا دل تو چکنے اور صاف چٹان کی طرح ہو جائے گا،جب تک کہ آسمان وزمین ہیں،اس وقت تک اس دل کو کوئی بھی آنے والا فتنہ ضرر نہیں پہنچا سکے گا(وہ اس کے قریب آتے ہی چکناہٹ کی وجہ سے دور ہو جائے گا) اور دوسرا دل سیاہ راکھ جیسا(کچھ سفیدی مائل) الٹے رکھے ہوئے پیالہ کی طرح ہو جائے گا،جو کسی نیک عمل کو اچھا نہیں سمجھے گا،اور برے عمل سے نفرت نہیں کرے گا،سوائے اپنی خواہشات کی اتباع کرنے کے(اسے صرف اپنی خواہشات کی پیروی سے سروکار رہو گا)(مسلم)

معلوم ہوا کہ فتنوں کے دَور میں اپنے ایمان اور نیک اعمال کی حفاظت اور اُن پر ثابت قدمی کا طریقہ یہ ہوگا کہ فتنوں سے اپنے آپ کو دور رکھا جائے،اور فتنوں کی طرف مائل نہ ہوا جائے،ورنہ دل ان فتنوں کا شیدائی اور غلام بن کر رہ جاتا ہے،اوران سے نکلنا مشکل مرحلہ بن جاتا ہے۔

اور آج کل کا دور یقیناً پُرفتن دور ہے،جس میں فتنے چٹائی کے تنکوں کی طرح اوپر نیچے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ، مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي، فَقُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَنَا اللَّهُ بِهَذَا الخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ :نَعَمْ قُلْتُ :وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ :نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ :وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ :قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ

قُلْتُ :فَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ :نَعَمْ،دُعَاةٌ عَلٰى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذَلِكَ (بخاری، رقم الحدیث ۷۰۸۴،کتاب الفتن، بَاب كَيْفَ الْأَمْرُ إِذَا لَمْ تَكُنْ جَمَاعَةٌ)

ترجمہ: دوسرے لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر والی باتوں کا سوال کرتے تھے،اور میں آپ سے شر والی باتوں کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا،اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں وہ شر مجھے نہ پالے،پس ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک ہم جاہلیت،اور شر کے زمانہ میں تھے،پھر اللہ نے ہمیں اس (دینِ اسلام) کی خیر کو عطاء فرمادیا،تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر بھی ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ہوگا۔میں نے عرض کیا کہ اور کیا اس شر کے بعد بھی کوئی خیر ہوگی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ہوگی،لیکن اس میں دھواں ہوگا(یعنی خیر صاف شفاف حالت میں نہیں ہوگی) میں نے عرض کیا کہ وہ دھواں کس طرح کا ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ ہوں گے، جو میری ہدایت کے علاوہ دوسری ہدایت کی طرف بلائیں گے،تم ان کو اچھا بھی سمجھو گے،اور برا بھی سمجھو گے (یعنی کچھ باتیں اچھی اور کچھ بری ہوں گی،اور حق وباطل کا مجموعہ ہوگا) میں نے عرض کیا کہ کیا اس (ملی جلی خیر وشر) کے بعد بھی کوئی شر ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ہوگا، جو اس طرح ہوگا کہ کچھ لوگ ہوں گے، جو جہنم کے دروازوں کی طرف بُلا رہے ہوں گے (یعنی گمراہ ہوں گے،اور گمراہ کرنے والے ہوں گے) جو کوئی اُن کی بات مانے گا،وہ اُسے (گمراہ کرکے) جہنم میں پہنچادیں گے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمیں اُن لوگوں کے اوصاف بتلادیجیے؟ تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہماری ہی طرح کے گوشت پوست کے لوگ ہوں گے، ہماری ہی زبانیں بولیں گے (یعنی مسلمانوں کے معاشرے کے ہی افراد شمار ہوں گے) میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس زمانہ کو پالوں، تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس تم مسلمانوں کی جماعت اور اُن کے امام (وسربراہ) کے ساتھ وابستہ ومنسلک رہنا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر ان کی نہ کوئی جماعت ہو، اور نہ کوئی امام ہو، تو میں کیا کروں؟ تو اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم ان سب کے سب فرقوں سے الگ ہوجانا، چاہے تمہیں کسی درخت کی جڑ کو اس وقت تک چبائے رکھنا پڑے، جب تک تمہیں موت آئے، تم اسی حال میں ان سب فرقوں سے الگ تھلگ رہنا (ان میں سے کسی کا ساتھ مت دینا) (صحیح بخاری)

ایسی حالت تو بہت عرصہ پہلے سے جاری ہے، جس میں کچھ لوگوں کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے علاوہ دوسری ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے، اور اچھی باتوں کو غلط باتوں کے ساتھ ملا کر پیش کیا جاتا ہے، پھر ان کی اچھی باتوں سے متاثر ہوکر، عام لوگ ان کی غلط وناحق باتوں کی بھی اتباع کر بیٹھتے ہیں۔

اور آج ہم اپنی آنکھوں سے اس پرفتن دور کا مشاہدہ بھی کر رہے ہیں، جس میں ہدایت کا دعویٰ کر کے جہنم اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والے لوگ پیدا ہو چکے ہیں، ایسی صورت میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے، حکومتی قوانین کی اتباع کرنی چاہیے، تاکہ حکومت وقانون کی خلاف ورزی کر کے اس کے فتنہ کی زد میں نہ آجائیں، اور جہاں تک دینی رنگ کی جماعتوں کا تعلق ہے، تو ان میں بھی بہت کم ہی فتنوں سے محفوظ رہنے والی جماعتیں ہیں، اختلاف کی شدت کا یہ عالم ہے کہ ہر مسلک میں کئی کئی فرقے وجود میں آگئے ہیں، جو ایک دوسرے کو گمراہ قرار دینے میں لگے ہوئے ہیں، ایسی حالت میں ان سے الگ رہ کر ہی حق کی اتباع ممکن رہ گئی ہے، ورنہ ان کی حق وباطل ہر بات کی اتباع ضروری سمجھی جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں مکمل اتباعِ حق کا راستہ مسدود ہوکر رہ جاتا ہے۔ مذکورہ حدیث میں اسی چیز کی تعلیم دی گئی ہے۔

اور صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا بِشَرٍّ، فَجَاءَ اللهُ بِخَيْرٍ، فَنَحْنُ فِيهِ، فَهَلْ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ :نَعَمْ، قُلْتُ :هَلْ وَرَاءَ ذَلِكَ الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ :نَعَمْ، قُلْتُ :فَهَلْ وَرَاءَ ذَلِكَ الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ :نَعَمْ، قُلْتُ :كَيْفَ؟ قَالَ :يَكُونُ بَعْدِي أَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ . قَالَ قُلْتُ كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذٰلِكَ قَالَ تَسْمَعُ وَتُطِيعُ لِلْأَمِيرِ وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَأُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَأَطِعْ (مسلم، كتاب الامارة، رقم الحديث ۱۸۴۷ "۵۲"، باب الأمر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن)

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! بے شک ہم شر کے ساتھ تھے، پھر اللہ ہمارے پاس خیر (ہدایت) کو لے آیا، پس اب ہم اس خیر میں ہیں، تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ہوگا، میں نے عرض کیا کہ کیا اس شر کے بعد کوئی خیر ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ہوگی، میں نے عرض کیا کہ اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ہوگا، میں نے عرض کیا کہ وہ شر کس طرح کا ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ایسے مقتداء وحکمران آئیں گے، جو میری ہدایت پر نہیں چلیں گے، اور میری سنت پر کاربند نہیں ہوں گے، اور ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہوں گے، جن کے دل انسانوں کے بدن میں شیطانوں کے دل ہوں گے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر میں ایسا زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکمران کی بات سنتے رہنا، اور مانتے رہنا، چاہے تمہاری کمر توڑ دی جائے (یعنی ظلم کی شدت برداشت کرنی پڑے) اور تمہارے مال پر (ٹیکس وغیرہ کی شکل میں) قبضہ کرلیا جائے، تب بھی سننے اور مانتے رہنا (مسلم)

اس روایت میں فتنوں کے دور میں حکمرانوں کے ساتھ رسہ کشی وخروج کرنے کے بجائے، ان کی

ممکنہ اطاعت کا حکم دراصل بہت سے فتنوں کا حفاظت کا ذریعہ ہے، جو لوگ اس شرعی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حکمرانوں کے خلاف، علمِ بغاوت بلند کرتے ہیں، ان سے علیٰحدگی اختیار کرنی چاہیے، جیسا کہ دوسری روایات میں وضاحت کردی گئی ہے۔

مسند احمد میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَأَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْخَيْرَ لَنْ يَسْبِقَنِي، قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَبَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ " :يَا حُذَيْفَةُ، تَعَلَّمْ كِتَابَ اللهِ، وَاتَّبِعْ مَا فِيهِ "، ـ ثَلَاثَ مِرَارٍ ـ قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَبَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ " :فِتْنَةٌ وَشَرٌّ "قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَبَعْدَ هَذَا الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ :يَا حُذَيْفَةُ، تَعَلَّمْ كِتَابَ اللهِ وَاتَّبِعْ مَا فِيهِ "ثَلَاثَ مِرَارٍ .قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَبَعْدَ هَذَا الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ " :هُدْنَةٌ عَلَى دَخَنٍ، وَجَمَاعَةٌ عَلَى أَقْذَاءٍ "، قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، الْهُدْنَةُ عَلَى دَخَنٍ، مَا هِيَ؟ قَالَ " :لَا تَرْجِعُ قُلُوبُ أَقْوَامٍ عَلَى الَّذِي كَانَتْ عَلَيْهِ " قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَبَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ :يَا حُذَيْفَةُ، تَعَلَّمْ كِتَابَ اللهِ وَاتَّبِعْ مَا فِيهِ "ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، أَبَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ " :فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ صَمَّاءُ، عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ النَّارِ، وَأَنْتَ أَنْ تَمُوتَ يَا حُذَيْفَةُ، وَأَنْتَ عَاضٌّ عَلَى جِذْلٍ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَتَّبِعَ أَحَدًا مِنْهُمْ

(مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۲۸۲)

ترجمہ: دوسرے لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر وبھلائی کے متعلق سوال کیا کرتے تھے اور میں شر (وفتنہ) کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا، جس کے نتیجہ میں میں نے یہ بات جان لی کہ خیر مجھ سے چھوٹ نہیں سکتی۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اس موجودہ خیر کے بعد شر ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حذیفہ! کتابُ اللہ کا علم حاصل کرو، اور اس میں جو کچھ ہے، اس کی اتباع کرو (اس کے نتیجہ میں تم شر سے محفوظ رہوگے، اور خیر کو پالوگے) یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے (تاکید کے طور پر) تین مرتبہ ارشادفرمائی۔حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیااس خیر کے بعدکوئی شر ہوگا؟ تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”فتنہ اور شر ہوگا (یعنی فتنہ اوراختلاف ہوگا) حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اس طرح کے (فتنہ و) شر کے بعدکوئی خیر ہوگی؟ تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حذیفہ! کتابُ اللہ کا علم حاصل کرو،اوراس میں جو کچھ ہے،اس کی اتباع کرو(اس کے نتیجہ میں تم شر سے محفوظ رہوگے،اور خیر کو پالو گے) یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تاکید کے طور پر) تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیااس طرح کے شر کے بعدکوئی خیر ہوگی؟ تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلح ہوگی ،دھویں کے اوپر(یعنی مسلمانوں میں جنگ کے بعد،کمزور صلح ہوگی)اور اجتماعیت ہوگی،میل کچیل والی(یعنی اجتماعیت میں اخلاص نہیں ہوگا،خواہش پرستی کی غرض سے ظاہری اجتماعیت ہوگی)حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیااس طرح کی (ملی جلی) خیر کے بعدبھی کوئی شر ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حذیفہ! کتابُ اللہ کا علم حاصل کرو،اوراس میں جو کچھ ہے،اس کی اتباع کرو(اس کے نتیجہ میں تم شر سے محفوظ رہوگے،اور خیر کو پالو گے) یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تاکید کے طور پر) تین مرتبہ ارشادفرمائی۔میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیااس طرح کی (ملی جلی) خیر کے بعدبھی کوئی اور شر ہوگا؟ تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اندھے،بہرے فتنے رونما ہوں گے،جہنم کے دروازوں کی طرف دعوت دینے والے لوگ پیدا ہوں گے،اورتم اے حذیفہ اس حال میں مرجانا کہ تم خشک ٹہنی کو تھامے رکھنا (یعنی ان سب سے الگ تھلگ ،اور کنارہ کش رہنا) یہ بہتر ہوگا،تمہارے لئے،اس سے کہ تم ان لوگوں میں سے کسی کی بھی اتباع کرو (مسند احمد)

ان احادیث میں حق وباطل میں تلبیس ،اختلافِ شدید،اورفرقہ درفرقہ پرستی کے پرفتن دور میں ان

سب سے الگ تھلگ رہ کر قرآن کی تعلیم، اوراس میں موجود احکام کی اتباع کرنے کو ان سب طرح کے فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔

واقعہ بھی یہی ہے کہ قرآن مجید وفرقانِ حمید میں ہر زمانہ کے فتنوں سے حفاظت کا سامان موجود ہے، اور قرآن مجید ہی دراصل مسلمانوں کی بنیادی وحدت اور فرقہ پرستی سے نجات کا ذریعہ ہے۔

لیکن افسوس کہ آج امتِ مسلمہ قرآن مجید اوراس کی تعلیمات سے بہت دور نکل چکی ہے، اور دائیں بائیں بھٹک کر ہدایت کی روشنی کی تلاش میں حیران وسرگرداں ہے۔

حضرت ابوطفیل سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

أَنَا لِغَيْرِ الدَّجَّالِ أَخْوَفُ عَلَيَّ وَعَلَيْكُمْ "، قَالَ :فَقُلْنَا :مَا هُوَ يَا أَبَا سَرِيحَةَ؟ قَالَ :فِتَنٌ كَأَنَّهَا قِطَعُ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ ، قَالَ :فَقُلْنَا :أَيُّ النَّاسِ فِيهَا شَرٌّ؟ قَالَ :كُلُّ خَطِيبٍ مُصْقِعٍ، وَكُلُّ رَاكِبٍ مُوضِعٍ ، قَالَ :فَقُلْنَا: أَيُّ النَّاسِ فِيهَا خَيْرٌ؟ قَالَ :كُلُّ غَنِيٍّ خَفِيٍّ . قَالَ :فَقُلْتُ :مَا أَنَا بِالْغَنِيِّ وَلَا بِالْخَفِيِّ، قَالَ :فَكُنْ كَابْنِ اللَّبُونِ لَا ظَهْرَ فَيُرْكَبَ، وَلَا ضَرْعَ فَيُحْلَبَ (المستدرک للحاکم،رقم الحدیث ۸۶۱۲)

ترجمہ: مجھے اپنے اور تمہارے اوپر دجال کے (فتنے کے) علاوہ بھی (ایک فتنہ کا) خوف ہے۔ ابوطفیل کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ اے ابوسریحۃ (یہ حضرت حذیفہ کی کنیت ہے) وہ کیا ہے؟ تو حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ گویا کہ اندھیری رات کی تہ بتہ تاریکیوں کی طرح کے فتنے ہوں گے، ابوطفیل کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ ان فتنوں میں کون لوگ شر والے ہوں گے؟ تو حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ ہر فتنوں پر اُبھارنے والا فصیح وبلیغ (گرج دار آواز والا شعلہ بیان) خطیب، اور ہر تیز رفتار سوار۔ابوطفیل کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ ان فتنوں میں کون لوگ بہتر ہوں گے؟ تو حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ ہر پوشیدہ مالدار (کہ جس کو فارغ البالی میسر ہو، اوراس حالت پر قناعت کرکے ان فتنوں سے یکسوء وگمنام ہوکر زندگی گزارے) ابوطفیل کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں تو نہ مالدار ہوں، نہ خفیہ رہنے والا ہوں، تو میں کیا کروں؟ تو حضرت

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تم اونٹ کے دودھ پیتے بچہ کی طرح ہو جانا کہ نہ تو اس کی پشت پر سوار ہوا جا سکے، اور نہ ہی اس کے تھن ہوں کہ دودھ نکالا جا سکے (یعنی کسی طرح ان فتنوں میں شریک وحصہ دار مت بننا) (حاکم)

اس حدیث میں اندھیری رات کی طرح کے فتنوں سے بچنے کا یہ طریقہ بتلا دیا گیا ہے کہ ان سے دور اور چھپ کر بیٹھ جائے، اور اگر ایسا ممکن نہ ہو، معاشی، یا دوسری ضروریات کی وجہ سے لوگوں سے ملنا جلنا، اور باہر نکلنا ضروری ہو، تو ایسا بن جائے، جیسا کہ بچہ ہوتا ہے، جو کسی فتنہ کی کسی بھی حیثیت سے مدد کرنے، اور اس میں شریک ہونے کی قابلیت نہ رکھے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ، قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: كُوْنُوْا أَحْلَاسَ بُيُوْتِكُمْ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۲۶۲، کتاب الفتن و الملاحم، باب فی النھی عن السعی فی الفتنۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے آگے (آنے والے زمانہ میں) اندھیری رات کی تہ بتہ (اوپر نیچے تاریکیوں کی طرح) فتنے رونما ہوں گے، ان فتنوں کی زَد میں آ کر آدمی صبح کو مؤمن ہوگا، تو شام کو کافر ہوگا، ان فتنوں میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور ان فتنوں میں کھڑا ہونے والا، چلنے والے سے بہتر ہوگا، اور ان فتنوں میں چلنے والا، دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، لوگوں نے عرض کیا کہ پھر آپ ہمیں کس چیز کا حکم فرماتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جاؤ (ابوداؤد)

ٹاٹ کیونکہ نیچے کی طرف ہوتا ہے، اور ہر وقت بچھا اور چھپا رہتا ہے، گھر کا ٹاٹ بن جانے سے مراد یہ ہے کہ گھر کے اندر رہو، اور وہاں چُھپے رہو، جس کا عام لوگوں کو علم بھی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ اصلاحِ احوال کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

تصوف کے سلسلے،اور فقہی مذاہب

(10-رمضان-1445ھ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ملفوظات میں ہے کہ:

عبدالقادری جیلانی کہ جو ہمارے پیر ہیں ''حنبلی'' تھے،اور ہم حنفی ہیں،اور خواجہ معین الدین چشتی ہمارے پیر'' شافعی'' تھے،اور (ان کے مرید وخلیفہ) خواجہ قطب الدین حنفی تھے (ملفوظات شاہ عبدالعزیز،اردو،ص۱۹۱، ناشر: پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز لمیٹیڈ،کراچی،سنِ اشاعت: ۱۹۶۰ء)

شیخ عبد القادر جیلانی (المتوفیٰ: 561 ہجری، بمطابق 1166 عیسوی) کو محبوب سبحانی،اور امام الاولیاء کے طور پر جانا جاتا ہے،ان ہی کی طرف تصوف اور صوفیائے کرام کا قادری سلسلہ منسوب ہے۔لیکن ان کے حنبلی فقہ سے وابستہ ہونے کے باوجود،حنفی فقہ سے تعلق رکھنے والے حضرات،ان کو اپنا پیرانِ پیر سمجھتے ہیں۔

اور خواجہ معین الدین چشتی (المتوفیٰ:627 ہجری، بمطابق 1230- عیسوی) جو شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں،ان کو سُلطان الہند،اور ہندوستان میں تصوف کے ایک دوسرے سلسلہ'' چشتیہ'' کے بانی کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی خواجہ معین الدین چشتی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

آپ ہندوستان کے امامُ الطریق تھے،آپ ہی سے ہندوستان میں علومِ معرفت کا افتتاح ہوا،اور سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں آپ ہی سے پھیلا،اور ہندوستان میں نوے لاکھ آدمی آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے (تاریخِ مشائخ چشت،۱۶۵و۱۶۶،مطبوعہ:مجلس نشریاتِ

www.idaraghufran.org

اسلام،کراچی،سنِ طباعت ۱۳۹۷ھ)

چشتیہ سلسلے کے بعد ہندوستان میں تصوف کا تیسرا سلسلہ ”سہروردیہ“ آیا،جوشہابُ الدین سہروردی (المتوفیٰ:632ہجری،بمطابق 1234عیسوی) کی طرف منسوب ہے،جن کو شیخُ الشیوخ کہا جاتا ہے،یہ بھی شافعی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔

اور بہاء الدین زکریا ملتانی (المتوفیٰ: 661ہجری،بمطابق 1261عیسوی)مذکورہ شافعی بزرگواروں کے مرید وخلیفہ تھے۔تصوف کا چوتھا مشہور سلسلہ ”نقشبندیہ“ کہلاتا ہے،جوخواجہ محمد بہاؤ الدین نقشبندی بخاری(المتوفیٰ:791ہجری،بمطابق 1390ء)کی طرف منسوب ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ تصوف کے مذکورہ سلاسل حنفیہ وشافعیہ،وغیرہ میں رائج ہیں،اوران میں کافی حدتک ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک حاصل ہے،اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ سب سلسلے ایک دوسرے میں داخل اور مدغم ہوتے چلے گئے ہیں،دراں حالیکہ ان میں باہم کئی چیزوں میں شدید اختلافات ،اور اصلاح کی ترتیب میں اختلاف بھی ہے،لیکن ان اختلافات کو ایک دوسرے کی گمراہی کا ذریعہ نہیں سمجھا جاتا۔

لیکن تصوف کے سلسلوں کے برعکس علمی ودینی ماحول میں فقہ کے چاروں سلسلوں میں اختلافات کی جوفضاء موجودہ زمانہ میں پائی جاتی ہے،اوراس میں ایک دوسرے کے موقف کوغلط ثابت کرنے پر جس قدرزور دیا جاتا ہے،یہ انتہائی حیران کن طرزِعمل ہے،جوسلف میں رائج نہ تھا۔

ننانوے محل کفر کے اور ایک محل ایمان کا ہونے پر حکم

(15-رمضان-1445ھ)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

اگر کسی کلام میں ننانوے محل کفر کے ہوں،اورصرف ایک محمل ایمان کا ہو،تو اس پر حکم ،ایمان ہی کا لگایا جائے گا،نہ کہ کفر کا،کیوں کہ ایمان کا کم ازکم ایک احتمال تو ہے،یہ معیار توکسی کے تکفیر کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے کہ ایمان کے ادنیٰ سے ادنیٰ احتمال کے ہوتے ہوئے بھی کسی کی تکفیر نہ کریں(اشرفُ الاحکام،ص۳۷”عقائد وایمان“ بحوالہ”

الاضافات الیومیہ،ج۲،ص۲۳۱‘‘مطبوعہ:ادارہ اسلامیات،لاہور،کراچی،تاریخِ طبع:۱۴۲۴ھ)

اورحکیم الامت مولانااشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک مقام پرفرماتے ہیں:

اگرکسی قول،یافعل میں کفر کے توننانوے محل محتمل ہوں،اورایک تاویل،اسلام کی محتمل ہو،تو اس تاویل پر(اسلام کا)حکم کریں گے (اشرفُ الاحکام،ص۳۸’’عقائدوایمان‘‘بحوالہ’’کلمۃ الحق،ص۱۱۱‘‘مطبوعہ:ادارہ اسلامیات،لاہور،کراچی،تاریخ طبع:۱۴۲۴ھ)

آج کے دور میں دوسرے کوکافرقراردینے میں مذکورہ اصول کی بہت زیادہ خلاف ورزی ہونے لگی ہے،جہاں کسی میں ذراسی کفرکی وجہ دیکھی،فوراًاس پرکفرکافتویٰ جڑدیاجاتاہے۔

انفرادی طورپربھی اس قسم کےفتوے چلتے ہیں،اوراجتماعی طورپربھی چلتے ہیں،کسی خاص مسلمان شخص میں کوئی ایسی بات دیکھی،جوکفروالی محسوس ہوئی،تواس پرکفرکافتویٰ لگادیاجاتاہے،اوریہ نہیں سوچا جاتاکہ اس میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ احتمال ایسابھی ہوسکتاہے،جس کی وجہ سے کفرلازم نہ آتاہو،مثلاً اُس نے لاعلمی،اوربےخبری میں ایسی کوئی بات کردی ہو،اوراس کامقصدکفراختیارکرنانہ ہو،یااس کا کوئی اورمقصدہو۔

اسی طرح اجتماعی طورپربھی بعض فرقوں کےسب لوگوں پربھی کفرکاحکم لگادیاجاتاہے،اورعدمِ کفر کے احتمال کونظراندازکردیاجاتاہے،بلکہ اب توجہالت کایہ عالم ہے کہ اگرکوئی عدمِ کفرکے احتمال کو اختیارکرے،تواسےاس فرقہ کاترجمان اوربےجاحمایت کنندہ تک کہہ دیاجاتاہے۔

چنانچہ گذشتہ کچھ عشروں سے بعض مقررین اورعلماءنےبعض ایسےفرقوں کوعلی الاطلاق کافرکہناشروع کردیا،جن کوفقہائے مجتہدین نے گمراہ توقراردیاتھا،لیکن کافرقرارنہیں دیاتھا،اورپھران لوگوں نے اس تکفیرکےعمل کوایک مہم اورتحریک کےطورپرآگےبڑھایا۔

بنیادی طورپرتویہ کام بعض اسٹیجی مقررین کی طرف سے شروع ہواتھا،جواصل فقہائے مجتہدین کی طرف سے کافرقراردیےجانے کےسخت ترین احتیاط پرمبنی اصولوں سے آگاہ نہیں تھے،پھراس کے بعدان کی باتوں سے بعض دوسرے علماءواہلِ افتاءبھی متاثرہوگئے،اورانہوں نے بھی علی الاطلاق کافرہونے کاحکم لگاناشروع کردیا،اورکافرقراردینے کے اسباب میں مذکوراصول کوملحوظ نہیں رکھاگیا۔

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط40) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (اٹھارہواں حصہ)

(گزشتہ سے پیوستہ) علامہ ابن عبدالبر قرطبی رحمہ اللہ نہ صرف فقہ وحدیث کے امام تھے، بلکہ آپ کو متعدد علوم فنون سے بھی شغف تھا، جن میں تاریخ، طب، لغت و دیگر علوم شامل ہیں، علاوہ ازیں تصنیف وتالیف کے شعبہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا تھا، اسی وجہ سے آپ کا شمار اپنے زمانہ میں بھی مایۂ ناز محققین و مصنفین میں سے تھا، تصنیف وتالیف کا عمدہ ذوق اور خصوصی ملکہ عطا ہوا تھا، مختلف اسلامی فنون پر مشتمل تصنیفات آپ کے قلم سے ظاہر ہوئیں۔

علمی مقام ومرتبہ

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی عظمتِ شان، بلند پائیگی اور علمی کمالات کا لگ بھگ تمام معاصرین فضلاء، آئمہ فن اور ارباب سیر نے اعتراف کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''سیر اعلامُ النبلاء''میں آپ کو''أحدُ الاعلام ''اور صاحبِ ''شذراتُ الذهب'' نے ''العلامة العلم'' کے لقب سے یاد کیا ہے۔

اور علامہ سمعانی رحمہ اللہ (متوفیٰ:562ھ) نے ''الأنســـــاب'' آپ کی جلالتِ شان اور علمی وجاہت کو بیان فرمایا ہے کہ ''كان إماما فاضلا كبيرا جليلُ القدر'' آپ جلیل القدر اور بڑے رتبے کے حامل عالم وفاضل تھے۔

(الانساب، ج ۱۰، ص ۳۷۴، حرف القاف، باب القاف و الراء، رقم الترجمة: ۳۲۰۲)

اربابِ سیر وتواریخ ذکر کرتے ہیں کہ اندلس میں آپ عظیم مقام ومرتبہ کے مالک تھے، آپ کی علمی شہرت وقابلیت کا دنیائے اسلام میں خصوصی غلغلہ تھا، لوگ آپ کے پاس سماع کیلئے دور دراز سے سفر کرکے آتے، اور معاصرین وعلمائے زمانہ آپ کے علمی کمالات کے سامنے سوائے اعترافِ عظمت کے چارہ نہ رکھتے۔

ابنِ خلکان نے ''وفیاتُ الاعیان ''میں آپ کے ''جامعُ العلوم ''ہونے کو اس انداز میں

بیان فرمایا ہے:''إمام عصره فی الحدیث والأثر وما یتعلق بهما''

کہ آپ حدیث واثر اور ان کے ساتھ جتنے بھی علوم تعلق رکھتے ہیں، ان میں اپنے زمانہ کے امام تھے''۔ [1]

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ''بستانُ المحد ثین'' میں فرماتے ہیں کہ:

''حافظ ابن عبدالبر حفظ واتقان میں اپنے زمانہ کے سردار تھے، فقہِ حدیث میں ان کی تالیف ''کتابُ التمہید'' نادر روزگار اور زبردست وروشن ضمیر مجتہدوں کے لیے سرمایہ بصیرت ہے، ان کی تصانیف میں یہی ایک کتاب مذہبِ مالکی میں کافی ہے، جس کی پندرہ جلدیں ہیں............سوائے ان ستر عالموں کے جو اس زمانہ میں یکتا تھے، اور کسی کو نہیں دیکھا، اور نہ ان کے سوا کسی اور علم سے حاصل کیا، اس کے باوجود ان کا علم خطیب (بغدادی) بیہقی اور ابنِ حزم سے کسی طرح کم تر نہیں ہے، بلکہ بعض چیزیں ان کے پاس ایسی تھیں، جو دوسرے کے پاس نہیں ہیں، صدق، دیانت، حسنِ اعتقاد اور اتباعِ سنت، جو ان کو حاصل تھا، علماء میں سے بہت کم کو نصیب ہوتا ہے، ان کی عوالی اسناد میں سے سنن ابی داؤد ہے، جس کو وہ عبداللہ بن محمد بن عبدالمومن سے روایت کرتے ہیں، اور وہ ابنِ داسہ سے، اور وہ اس کے مصنف ابوداؤد سے............ان کی کتاب ''الاستذکار'' موطأ کی بہترین شروح میں سے ہے، اور موطأ کی تنسیقِ ابواب میں استادی دکھلائی ہے، یہ کتاب نہایت ضخیم ہے، اگر بخطِ جلی تحریر کی جائے، تو تیس جلدیں ہوتی ہیں، اگر بخطِ خفی لکھا جائے، تو پندرہ جلدیں ہوتی ہیں، ایک کتاب علم ادب وروایت کی فضیلت میں بھی لکھی ہے، جو بہت نافع ہے............شعر وسخن کی طرف بھی میلان تھا (بستان المحد ثین،۱۹۶)

مذکورہ اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابن عبدالبر قرطبی اپنے علمی کمالات کی وجہ سے نہایت، یگانہ روزگار اور امامِ وقت سمجھے جاتے تھے، اور احادیث وفقہی مسائل کے حفظ وضبط میں منفرد تھے، اور

[1] أبو عمر یوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی؛ إمام عصره فی الحدیث والأثر وما یتعلق بهما (وفیات الاعیان، ج۷، ص ۶۶، حرف الیاء، تحت الترجمة: ابن عبد البر)

www.idaraghufran.org

اس سلسلہ میں دیگر معاصرین پر فوقیت رکھنے کی وجہ سے ”حافظِ اندلس“ کہلاتے تھے، چنانچہ مشہور مالکی فقیہ ”ابوالولید باجی“ فرمایا کرتے تھے ”لم یکن بالأندلس مثل أبی عمر بن عبد البرّ فی الحدیث “ کہ فنِ حدیث میں ابنِ عبدالبر جیسا اندلس میں کوئی اور نہیں تھا“۔

(شذرات الذهب، ج۵، ص ۲۶۷، سنة ثلاث وستين وأربعمائة)

چنانچہ آپ کے علمی مقام و مرتبہ کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی:748ھ) اپنی ایک اور تالیف ”العبر فی خبر من غبر “میں فرماتے ہیں:

” ولیس لأهل المغرب أحفظ منه، مع الثقة والدین والنزاهة، والتبحر فی الفقه والعربیة والأخبار “.

کہ اہلِ مغرب میں ان سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں تھا، ثقاہت اور دین میں فائق ہونے کے ساتھ ساتھ وہ فقہ، عربیت اور اخبار میں بھی تبحر العلوم تھے“۔

(العبر فی خبر من غبر، ج۲، ص ۳۱۶، سنة ثلاث وستين وأربعمئة)

حدیث میں آپ کی عظمت، جلالتِ شان اور بلند پائیگی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ابن صلاح اور امام نووی رحمہما اللہ نے اہم اور برگزیدہ محدثین کی فہرست میں آپ کا نام بھی لکھا ہے۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مالکیہ میں آپ کو سب سے بڑا صاحبِ کمال شارحِ حدیث قرار دیا ہے، آپ کے علوِ اسناد سے بھی ان کے کمال کا پتہ چلتا ہے۔

اسماء الرجال، جرح وتعدیل اور دیگر علوم میں امتیاز:

علامہ ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ کی حدیث میں جلالتِ شان وجلالتِ قدر کا ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کے ماہر تھے، چنانچہ فنِ اسماء الرجال کے ماہرین نے حدیث کی طرح، اسماء الرجال کے فن میں بھی آپ کی مہارت اور شغف کا ذکر کیا ہے۔

امام ذہبی ابوعبداللہ حمیدی کے حوالے سے تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں کہ امام عبدالبر فقیہ، حافظ اور مکثرُ الحدیث تھے، وہ قرائت کے عالم، علوم حدیث اور علم الرجال کے ماہر تھے۔ [1]

[1] قال الحمیدی: أبو عمر فقیه حافظ مکثر, عالم بالقرائات وبالخلاف وبعلوم الحدیث والرجال (تذکرة الحفاظ، ج۳، ص ۲۱۸، الطبقة الرابعة عشرة)

چنانچہ بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ ابن عبد البر نے متن وسند کی تصحیح، مرسل ومسند کی تمیز، موصول ومنقطع میں تفریق، اور ضعفاء، ثقات میں امتیاز کر کے صحیح وسقیم کو پوری کوشش سے الگ کر دیا، اور مخفی ومستور حدیثوں کی کھوج لگا کر ان علتوں کی نشاندہی کی، کمزوری وسقم پر متنبہ کیا، موطأ امام مالک کی شروح میں سندوں کی وضاحت پر خاص توجہ مبذول کی، مرسل ومنقطع اور ملاقات مؤطا پر لطیف بحث وکلام کیا ہے۔

فقہ میں مہارت

علامہ ابنِ عبد البر رحمہ اللہ کو علومِ حدیث میں ممتاز ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ وتفقہ میں بھی کمال درجہ مہارت حاصل تھی، صاحبِ بصیرت تھے، متعدد فقہاء کی صحبت اختیار کی، اور ان کی مسائل کی تحصیل کی۔ [1]

چنانچہ ابنِ خلکان، اور امام ذہبی نے اپنی اپنی کتب میں علمِ حدیث کی طرح فقہ میں بھی ان کے تقدم اور فقہی بصیرت کا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ آپ فقیہ اور خلافیات کے عالم تھے، بلادِ مغرب کے اکابر اور فضلا کی طرح مالک ابن انس کے مکتبۂ فکر واجتہاد سے وابستہ تھے، مالکی ہونے کے باوجود اس مسلک کے جامد مقلد نہ تھے، بعض مسائل میں فقہ شافعی کی طرف بھی میلان تھا، آپ کے اس میلان کا متعدد سوانح نگاروں نے ذکر کیا ہے، بعض اہم مسائل میں اجتہاد سے بھی کام لیتے تھے، لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ مالکی تھے، البتہ ان میں اجتہادی بصیرت تھی، جلیلُ القدر فقہاء میں شمار ہوتا ہے، اسی لئے اپنے مذہب کے خلاف شوافع کی جانب ان کے میلانات کو قابلِ ردّ وانکار نہیں قرار دیا گیا۔ چنانچہ ابن عبد البر کی تصنیفات کے تتبع واستقرا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تقلیدِ محض سے دور تھے، اور امام مالک کے مذہب واصول سے مراجعت کر کے اپنے اعتماد پر کوئی قول اختیار کرتے تھے، آپ صرف فقہ وحدیث ہی میں ممتاز نہ تھے، بلکہ آپ کو متعدد علوم وفنون سے بھی مناسبت تھی، قرأت وتفسیر، تاریخ وانساب، سیر واخبار اور ادب وعربیت وغیرہ میں بھی اچھی دسترس رکھتے تھے، امام ذہبی نے ان کی عربیت، ادب اور معانی وبیان میں تبحر کا ذکر فرمایا ہے۔

---

[1] ابن عبد البر شيخنا من أهل قرطبة، بها طلب الفقه ولزم أبا عمر أحمد بن عبد الملك بن هاشم الفقيه الإشبيلي و كتب بين يديه (وفيات الاعيان، ج٧، ص ٦٦، حرف الياء)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط90) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

پاکستان میں مسئلہ ٹیکس اور خلافتِ عمر سے اس کا حل (قسط6)

6۔مالِ غنیمت:

مالِ غنیمت اس مال کو کہا جاتا ہے،جو کفار سے جنگ کے نتیجے میں ان پر فتح پا کر حاصل ہوتا ہے۔مالِ غنیمت کے اگرچہ پانچ حصہ کئے جاتے ہیں،اوران حصوں کو قرآن مجید کے بیان کردہ اسہام کے مطابق تقسیم کیا جاتا ہے،تاہم مالِ غنیمت نہ صرف بیت المال کی آمدنی کا اہم ذریعہ تھا،بلکہ سپاہیوں،ان کی سواریوں اور دیگر جنگی اخراجات اور تیاریوں کے علاوہ ریاست میں بسنے والے یتیموں،مسکینوں اور مسافروں کی بھی کفالت کا اہم ذریعہ تھا۔ [1]

دورِ حاضر میں چونکہ بظاہر جنگ بندی ہے،اور اب سیاسی ومعاشرتی حالات برسرِ عام جنگ کی اجازت نہیں دیتے،اس لئے دورِ حاضر میں اسلامی ریاست میں بیت المال کی آمدنی میں یہ ذریعہ باقی نہیں رہا،تاہم اگر مسلم ریاست کے، غیرمسلم ریاست کے ساتھ جنگ کے حالات قائم ہوجائیں،تو حاصل ہونے والے مال پر مالِ غنیمت والے احکام ہی لاگو ہوں گے۔

7۔ریاستی زمینوں کا کرایہ:

کچھ زمینیں ریاست کی ملکیت میں ہوتی ہیں،اور بیت المال کا حصہ ہوتی ہیں،ان زمینوں کو حکومتِ وقت کسی کو ہدیہ کو نہیں کرسکتی،تاہم ان زمینوں کو کرائے پر دے سکتی ہے،جسے فقہائے کرام نے ’’اقطاع الاجارہ‘‘ سے تعبیر کیا ہے۔ان زمینوں سے آنے والا کرایہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا،اور وہ مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت ہوگا۔ [2]

یہ بھی بیت المال کی آمدنی کا اہم ذریعہ کے طور پر تصور کی جاتی ہے۔

---

[1] موصلی،عبد اللہ بن محمود،الاختیار لتعلیل المختار(مطبعۃ الحلبی،قاھرۃ 1356ھ)ج4ص 124 کتاب السیر.

[2] شامی،ابن عابدین،الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین(دارالفکر،بیروت 1412)ج3ص266

چنانچہ جنگ کے بعد جو زمینیں غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے پاس آجائیں، اور مسلمانوں کا امیر ان میں سے بعض زمینوں کو بیت المال کے لئے خاص کرلے، یا پھر سپاہیوں کو ملنے والی غنیمت کی زمینیں وہ خود ہی امیر کو دلی رضامندی سے دے دیں، تو پھر اس طرح کی زمینیں بیت المال کا حصہ ہوتی ہیں، اور ریاست کا امیر ان زمینوں کو مالکانہ حقوق کے ساتھ کسی کو بھی نہیں دے سکتا۔ [1]

اس طرح کی زمینوں کی دوسری قسم ان زمینوں کی ہے، جن کا مالک فوت ہوجائے، اور ذوی الفروض اور عصبات میں سے اس کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو اس طرح کی زمینیں بھی ریاست کی ملکیت میں آکر بیت المال میں شامل ہوجاتی ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح کی زمینیں وارث کی طرف سے صدقہ سمجھی جائیں گی، اور ان کا مصرف صرف فقراء ہی ہوں گے، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح کی زمینیں اس شخص کے زندہ ہونے کے وقت ملکیتِ خاص میں سے تھیں، لیکن اس کی وفات کے بعد وہ املاکِ عامہ میں سے ہوگئیں، لہٰذا ان زمینوں کو مفادِ عامہ اور مصالحِ عامہ کے لئے ہی استعمال کیا جائے گا۔ [2]

ہمارے نزدیک امام شافعی رحمہ اللہ کا قول زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ فقراء اور مساکین کی مد بھی مصالحِ عامہ میں سے ہی ہے، اگر ان زمینوں کے مفاد کو عام رکھا جائے، تو اس سے دورِ حاضر میں ایسی ضروریات بھی پوری ہوسکتی ہے، جس سے زیادہ تر متوسط طبقہ ہی فائدہ اٹھاتا ہے، جیسے روڈ، سڑکیں، میٹرو بس اور ٹرینیں وغیرہ۔

8۔ عشور (غیر مسلموں کا تجارتی ٹیکس):

عشر اور عشور ایسا ٹیکس ہے، جو بلادِ اسلام کے ایک شہر سے دوسرے شہر تجارت کے سامان کو منتقل کرنے پر ذمیوں اور غیر مسلموں پر لگایا جاتا ہے۔ فقہائے کرام نے اس بات کی صراحت کی ہے، کہ اس قسم کے ٹیکس سے مسلمان مستثنیٰ ہیں، اور یہ صرف مسلم ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں اور ذمیوں کے سامانِ تجارت کی منتقلی پر لگایا جاتا ہے۔ [3]

---

[1] ماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیۃ (دار الکتب العلمیۃ 1405ھ) ص242

[2] ماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیۃ (دار الکتب العلمیۃ 1405ھ) ص243

[3] نفراوی، احمد بن غنیم، الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابی زید القیروانی (دار الکتب العلمیۃ 1418ھ) ج4 ص72

www.idaraghufran.org

گوکہ فقہائے کرام کے مطابق عشور کی مشروعیت حدیث، اجماع اور عقل سے ثابت ہے، لیکن فقہائے کرام کے یہ سب دلائل اس سلسلے میں محلِ نظر ہیں۔

جہاں تک حدیث کا تعلق ہے، تو اس سلسلہ میں ایک روایت پیش کی جاتی ہے، جو کہ حرب بن عبداللہ کی سند سے ان الفاظ کے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إنما العشور على اليهود والنصارى، وليس على المسلمين عشور“ [1]

ترجمہ: درحقیقت عشور یہود اور نصاریٰ پر ہے، اور مسلمانوں پر کوئی عشور نہیں۔ (ترجمہ ختم)

مذکورہ روایت کو بعض حضرات نے حرب بن عبداللہ اور دیگر اضطراب کی بنیاد پر ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

چنانچہ امام بخاری بھی حرب بن اللہ کے متعلق ”لا يتابع“ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ [3]

اور احکامِ وسطیٰ میں عبدالحق اشبیلی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”وهو حديث في إسناده اختلاف، ولا أعلمه من طريق يحتج به“ [4]

ترجمہ: اور یہ ایسی روایت ہے کہ جس کی اسناد میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور میرے علم میں اس کا کوئی ایسا طریق نہیں کہ جو قابلِ احتجاج ہو۔

اس کے علاوہ ابن قطان بھی بیان الوھم میں حرب بن عبداللہ کے اب اور جد اور ام کی سند کو مجہول قرار دیتے اور اس دیگر علت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روایت قابلِ التفات نہیں ہے۔ [5]

---

[1] سجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود (دار الرسالة العالمية 1430ھ) رقم الحديث /3046 شیبانی، احمد بن حنبل، مسند احمد (موسسة الرسالة 1421ھ) رقم الحديث /15896 ابن ابی شیبة، ابو بکر بن محمد، مصنف ابن ابی شيبة رقم الحديث 10677

[2] شعیب الارنووط، حاشية سنن ابی داود (دار الرسالة العالمية 1430ھ) تحت رقم الحديث 3046

[3] بخاری، محمد بن اسماعیل، التاريخ الكبير (دائرة المعارف العثمانية، حیدراباد، دکن) ج3ص60

[4] اشبیلی، عبد الحق بن عبد الرحمن، الاحكام الوسطىٰ (مكتبة الرشد للنشر والتوزيع 1416ھ) ج3ص117

[5] قطان، علی بن محمد، بيان الوهم والايهام فی كتاب الاحكام (دار طيبة الرياض 1418ھ) ج3ص494

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

بڑی عید کی کارگزاری

پاکستان کی سرسبز وادیوں میں بسے ہوئے ایک دلکش گاؤں میں، آمنہ نامی ایک چھوٹی سی لڑکی عید الاضحیٰ کا بے صبری سے انتظار کررہی تھی۔ یہ تہوار بڑی خوشی اوراہمیت کا حامل ہے، جوحضرت ابراہیم کے اپنے بیٹے کی قربانی دینے کےعزم کی یادگار کے طور پر بھی مسلمانوں میں مشہور ہے۔اس سال آمنہ کے لئے خاص تھا کیونکہ اس کے خاندان نے ایک بکرے کی قربانی کرنے کے لئے پیسے جمع کر رکھے تھے، جس میں شامل ہونے کا خواب وہ ہمیشہ سے دیکھتی آئی تھی۔

عید سے ایک دن پہلے، آمنہ اوراس کے والد، عبداللہ، راولپنڈی کی مشہور بھاٹہ چوک کی مویشی منڈی میں گئے۔منڈی کی رونق قابلِ دید تھی۔ بیوپاری اپنے جانوروں کی قیمتیں لگارہے تھے،اور ہوا میں بکریوں کے ممیانے اور بھوسے کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ بہت غوروخوض کے بعد، انہوں نے ایک مضبوط، بھوری بکری کو چمکدار آنکھوں کے ساتھ منتخب کیا۔آمنہ کوفخر اورخوشی کا احساس ہوا جب وہ بکری کو اپنے گھر لے جارہے تھے۔

اس شام، گاؤں میں تیاریاں زوروں پر تھیں۔آمنہ نے اپنی ماں کے ساتھ گھر کی صفائی اور سجاوٹ میں مدد کی۔انہوں نے رنگ برنگی لائٹس لگائیں اور خوبصورت پردے لٹکائے۔رات کے وقت آمنہ نے اپنی دادی کی حضرت ابراہیم کے ایمان اور قربانی کی اہمیت کی کہانیاں سنیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس روایت سے گہرا تعلق محسوس کیا۔

عید کی صبح، گاؤں کی مسجد کی اذان وادی میں گونج اٹھی، جس نے عید کے دن کے آغاز کا اعلان کیا۔ اپنی نئی، چمکدار شلوار قمیض میں ملبوس، آمنہ اپنے خاندان والوں سے ملاقات کے لئے گئی۔اس کے والد اور بھائی مسجد کی طرف عید کی نماز پڑھنے چلے گئے تھے۔مسجد کا صحن دیہاتیوں سے بھرا ہوا تھا، جو سب مل کر عید کی نماز پڑھنے کے لئے اکھٹے ہوئے تھے۔ایک احساس اتحاد اورعقیدت نے مجمع کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔

www.idaraghufran.org

نماز کے بعد آمنہ کے والد اور اس کے بھائی گھر واپس لوٹ آئے۔ آمنہ کے والد نے ضروری دعائیں پڑھیں اور قربانی کی تیاری شروع کردی۔ آمنہ اس کے ساتھ کھڑی تھی، بکری کا سر نرمی سے تھامے ہوئے، اس کا دل ایک ملال اور احترام کے ملے جلے جذبات سے دھڑک رہا تھا۔ اس کے والد کے ہاتھ مضبوط اور استقلال کے ساتھ جمے ہوئے تھے جب انہوں نے بکرے پر چھری چلائی۔ گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا، ایک ان کے خاندان کے لئے، ایک رشتہ داروں کے لئے، اور ایک ضرورت مندوں کے لئے۔ آمنہ نے اپنی ماں کے ساتھ مل کر دعوت تیار کی، جس کی گوشت اور تازہ روٹیوں کی خوشبو سے گھر مہک اٹھا۔ جلد ہی، ہمسائے اور رشتہ دار آ گئے، اور اپنے ساتھ کھانے کی اشیاء لائے۔ صحن قہقہوں، کہانیوں، اور برتنوں کی کھنک سے گونج اٹھا جب سب نے مل کر ضیافت کا لطف اٹھایا۔

آمنہ اور اس کی دوستوں نے گاؤں کے ضرورت مندوں کو گوشت کے حصے پہنچائے۔ ان کی شکرگزاری اور دعاؤں نے آمنہ کے دل میں ضرورت مند لوگوں کے لئے مزید احساس پیدا کیا۔ اسے احساس ہوا کہ عیدالاضحیٰ صرف جانور کی قربانی کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ سخاوت اور ایمان کے جذبے کے بارے میں ہے۔

اس عیدالاضحیٰ پر، آمنہ نے سیکھا کہ حقیقی خوشی بانٹنے، قربانی دینے، اور محبت بھرے معاشرہ کا حصہ بننے سے آتی ہے۔ اس دن کی یادیں اس کے ساتھ رہیں، ایمان، شکرگزاری، اور رحم دلی کی پائیدار اقدار کی یاددہانی کے طور پر اس نے ان کو یاد رکھا۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط79) مفتی طلحہ مدثر

ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (حصہ:16)

بیوٹیشن اور ہیر ڈریسر

صحابیات میں سے کسی کا اس شعبے سے منسلک ہونا یقینی طور پر آپ سب کو چونکا دینے والی بات ہے، کیونکہ ہمارے ذہنوں میں خیر القرون اور صحابہ وصحابیات کے مخصوص نوعیت کے واقعات سنا سنا کر جو تصور بٹھا دیا گیا ہے یا ہمارے ذہن میں گھول دیا گیا ہے، وہ یک طرفہ اور ون وے ٹریفک کی طرح کا ہے، جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ اس زمانے میں تمام افراد اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی ایسے گزارتے تھے، جیسے کسی خانقاہ میں تربیت یافتہ مرید یا شیخ صاحب کے معمولات ہوں، کبھی نماز میں مشغول ہیں، تو کبھی ذکر واذکار کے لیے تسبیح پکڑے بیٹھے ہیں، کبھی وعظ ونصیحت میں مصروف ہیں، کبھی اصلاح وارشاد کی خدمت انجام دے رہے ہیں، باقی دنیا سے ان کا کوئی سروکار ہے ہی نہیں، جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، جو سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے پر بالکل عیاں ہے، وہ حضرات بھی اپنے دین ودنیا کے معمولات اسی طرح انجام دیتے تھے، جیسے ہم لوگ انجام دیتے ہیں، ان حضرات میں بھی ہر شعبہ سے منسلک اور وابستہ افراد ہوتے تھے، سارے ہی ایک رخ پر نہیں چل پڑتے تھے، ہر بندہ اپنے شعبہ سے وابستہ رہتا تھا، بس اس سے متعلق شرعی حد بندیوں کا خیال اور اہتمام رکھتے تھے، خیر یہ تو ضمناً ایک بات عرض کردی۔

صحابیات میں ایک خاتون تھیں، ''بسرہ بنت صفوان''، ان کے والد صفوان اور ورقہ بن نوفل دونوں بھائی تھے، ورقہ بن نوفل تو مشہور شخصیت ہیں، ابتداء وحی کے واقعات میں ان کا ذکر ملتا ہے، ابتدائی وحی نازل ہونے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی کے پاس لے کر گئیں تھی، اور انہوں نے اپنے علم کی روشنی میں فوراً پہچان لیا تھا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام نشانیاں موجود ہیں، جن کا ذکر پرانی کتابوں میں ملتا ہے، جبکہ اس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

نبوت کا باقاعدہ دعویٰ بھی نہیں فرمایا تھا، ورقہ بن نوفل اورصفوان بن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے،لہٰذا'' بسرہ''حضرت خدیجہ کی رشتے میں بھتیجی لگتی ہیں،ان کے بارے میں کتابوں میں یہ عبارت ملتی ہے

'' أنها كانت ماشطة تُقَيِّنُ النساء بمكة'' (الإصابة فى تمييز الصحابة،ل''أحمد بن على بن محمد'' ابن حجر العسقلانى (المتوفى:852 هـ)،ج٨ص ٥١)

ترجمہ:یہ مکہ میں خواتین کے بناؤسنگھاراور کنگھی کرنے کا پیشہ کرتی تھیں (الاصابۃ)

یہاں کنگھی کرنے سے کوئی عام سی کنگھی کرنا مرادنہیں ہے، بلکہ خاص مہارت اورفن کے ساتھ کنگھی کرنا مراد ہے، جیسے ہم میں سے ہرکوئی کنگھی کرلیتا ہے،لیکن ایک کنگھی ہیرڈریسراورسیلون والا کرتا ہے،دونوں میں کتنا فرق ہے سب کومعلوم ہے،تو یہاں سیلون اورہیرڈریسروالی کنگھی کرنا مراد ہے، جس میں زینت اورخوبصورتی کا پہلوموجودہو،چنانچہ جوخواتین بیوٹی سیلون چلاتی ہے،یا ہیرڈریسر بننا چاہتی ہیں،وہ نہ تو دل چھوٹا کریں،نہ اداس ومایوس ہوں،اورجان لیں کہ یہ کام صحابیات میں بھی انجام دیاجاتا تھا،ہاں اس میں شرعی حدودکومدِنظر رکھیں۔

عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ کی اہلیہ

حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ کی شخصیت سے کون واقف نہیں ہے،ابتدا میں اسلام لانے والے دس افراد میں شامل ہیں، بلکہ خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی پہلے اسلام لائے تھے، ساری زندگی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں خادم کی حیثیت سے گزاردی،اورعلمی میدان میں اتنی بلندی تک پہنچ گئے،کہ بڑے بڑے صحابہ کواپنے مسائل کے حل کے لیے آپ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا،آپ کی اہلیہ جن کا مشہورنام زینب اوربعض روایات میں رائطہ آیا ہے، (بہت سے حضرات کے نزدیک یہ ایک ہی خاتون ہیں)،دست کاری کے فن سے خوب واقف تھیں، اوراسی کا کاروبارکرتی تھیں،چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر،عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں:

رَائِطَةَ امْـرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَأُمِّ وَلَدِهِ، وَكَانَتْ امْرَأَةً صَنَاعَ الْيَدِ، قَالَ: فَكَانَتْ تُنْفِقُ عَلَيْهِ وَعَلَى وَلَدِهِ مِنْ صَنْعَتِهَا، قَالَتْ: فَقُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ

بْنِ مَسْعُودٍ: لَقَدْ شَغَلْتَنِي أَنْتَ وَوَلَدُكَ عَنِ الصَّدَقَةِ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَتَصَدَّقَ مَعَكُمْ بِشَيْءٍ، فَقَالَ لَهَا عَبْدُ اللّٰهِ: وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ أَجْرٌ أَنْ تَفْعَلِي، فَأَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي امْرَأَةٌ ذَاتُ صَنْعَةٍ أَبِيعُ مِنْهَا، وَلَيْسَ لِي وَلَا لِوَلَدِي وَلَا لِزَوْجِي نَفَقَةٌ غَيْرَهَا، وَقَدْ شَغَلُونِي عَنِ الصَّدَقَةِ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ، فَهَلْ لِي مِنْ أَجْرٍ فِيمَا أَنْفَقْتُ؟ قَالَ: فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَنْفِقِي عَلَيْهِمْ فَإِنَّ لَكِ فِي ذٰلِكَ أَجْرَ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ " (مسند احمد، حديث رائطة امرأة عبد الله، ج۲۵ ص ۴۹۳)

ترجمہ: رائطہ جو عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ اور اوران کی ام ولد تھیں، دست کاری کے فن میں مہارت رکھتی تھیں، تو وہ اپنے شوہر اوران کے بچوں پر اپنے فن کی کمائی میں سے خرچ کرتی تھیں، انہوں نے ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعود سے کہا ''تم نے اور تمہارے بچوں نے مجھے صدقہ کرنے سے روک دیا ہے، میں تمہارے اوپر خرچ کرنے کی وجہ سے صدقہ نہیں کر پاتی،، ان سے عبداللہ نے کہا ''اللہ کی قسم! مجھے یہ بات بالکل بھی پسند نہیں ہے، کہ تم کوئی ایسا کام کرتی رہو جس میں کوئی ثواب بھی حاصل نہ ہو''، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا میں (دستکاری) کی ایک ماہر خاتون ہوں، اسی کا کاروبار کرتی ہوں، لیکن میرے لئے، میرے شوہر کے لیے، اور میرے بچوں کے لیے اس کے علاوہ کوئی مال نہیں ہے، اور ان سب نے مجھے (اللہ کی راہ میں) صدقہ کرنے سے روک دیا ہے، میں کچھ بھی صدقہ نہیں کر پاتی، تو جو کچھ میں ان پر خرچ کرتی ہوں، اس کا ثواب مجھے حاصل ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان پر خرچ کرتی رہو، کیونکہ تمہارے لیے جو کچھ تم ان پر خرچ کرتی ہو، اس میں بھی اجر ہے (مسند احمد)''

مذکورہ حدیث میں دست کاری کے فن کا جواز بلکہ اس کی کمائی گھر والوں پر خرچ کرنے کے اجر وثواب کا بھی ذکر ہے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ (قسط 20)

آیۃ اللّٰہ علی اصغر بن نور الدین بن محمد ہادی،سید علی حسینی میلانی (نجف،ایران،المتولد:1367ھ) اپنی کتاب ’’التحقیق فی نفی التحریف عن القرآن الشریف ‘‘میں لکھتے ہیں:

من الواضح أنّه لا يجوز إسناد عقيدة أو قول إلى طائفة من الطوائف إلاّ على ضوء كلمات أكابر علماء تلك الطائفة ، وبالإعتماد على مصادرها المعتبرة .ولقد تعرض علماء الشيعة منذ القرن الثالث إلى يومنا الحاضر لموضوع نفي التحريف في كتبهم في عدة من العلوم ، ففي كتب الإعتقادات يتطرقون إليه حيثما يذكرون الإعتقاد في القران الكريم ، وفي كتب الحديث حيث يعالجون الأحاديث الموهمة للتحريف بالنظر في أسانيدها ومداليلها ، وفي بحوث الصلاة من كتب الفقه في أحكام القراء ة ، وفي مسألة وجوب قراء ة سورة كاملة من القرآن في الصلاة بعد قراء ة سورة الحمد ، وغيرها من المسائل ، وفي كتب اصول الفقه حيث يبحثون عن حجّيّة ظواهر الفاظ الكتاب .

وهم في جميع هذه المواضع ينصّون على عدم نقصان القرآن الكريم ، وفيهم من يصرح بأنّ من نسب إلى الشيعة أنّهم يقولون بأنّ القرآن أكثر من هذا الموجود بين الدفّتين فهو كاذب ، وفيهم من يقول بأنّ عليه إجماع علماء الشيعة بل المسلمين ، وفيهم من يستدلّ على النفي بوجوه من الكتاب والسنّة وغيرهما ، بل لقد أفرد بعضهم هذا المواضع بتأليف خاص.

وعلى الجملة ، فإنّ الشيعة الإمامية تعتقد بعدم تحريف القرآن ، وأنّ الكتاب الموجود بين أيدينا هو جميع ما أنزله الله عزّ وجلّ على نبيّنا محمد صلى الله عليه وآله وسلم من دون أيّ زيادة أو نقصان .هذه عقيدة الشيعة في ماضيهم وحاضرهم ، كما جاء التصريح به في كلمات كبار علمائها ومشاهير مؤلفيها ، منذ أكثر من ألف عام حتى العصر الأخير (التحقيق في نفي التحريف عن القرآن الشريف،ج ١،ص ١٥ و ١٦،الباب الاول: الشيعة والتحريف،الفصل الأول،كلمات أعلام الشيعة في نفي التحريف، الناشر: مركز الحقائق الإسلامية، قم، ايران، الطبعة الثالثة : ١٤٢٦ هـ)

ترجمہ: یہ بات واضح ہے کہ کسی عقیدہ، یا قول کی نسبت، جماعتوں میں سے کسی جماعت کی طرف کرنا، اس وقت تک جائز نہیں، جب تک اس جماعت کے اکابر علماء کے کلمات سے یہ بات واضح نہ ہوجائے، اور معتبر مراجع پر اعتماد کے ذریعے واضح نہ ہوجائے۔

www.idaraghufran.org

اور تیسری صدی سے لے کر، موجودہ دور تک علمائے شیعہ نے مختلف علوم پر مشتمل، اپنی کتابوں میں تحریفِ قرآن نہ ہونے کے موضوع سے تعرض کیا ہے، پس اعتقادات کی کتابوں میں یہ حضرات اس موقع پر اس کا ذکر کرتے ہیں، جب قرآن کریم کے متعلق، اعتقاد کا ذکر کرتے ہیں، اور کتبِ حدیث میں اس وقت ذکر کرتے ہیں، جب وہ ان احادیث پر بحث وگفتگو کرتے ہیں، جو تحریف کا واہمہ پیدا کرتی ہیں، ان کی اسانید اور ان کے مدلولات پر نظر کرتے ہوئے، اور کتبِ فقہ میں نماز کی قرائت کے احکام کی بحث میں اس کا ذکر کرتے ہیں، اور نماز میں سورہ فاتحہ کی قرائت کے بعد، قرآن کی مکمل سورت کی قرائت واجب ہونے کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں، اور اسی طریقے سے دوسرے مسائل کے ضمن میں اس کا ذکر کرتے ہیں، اور اصولِ فقہ کی کتابوں میں اس موقع پر ذکر کرتے ہیں، جب وہ قرآن مجید کے الفاظ کے ظواہر کے حجت ہونے کی بحث کرتے ہیں۔

اور یہ حضرات ان تمام مواقع پر قرآنِ کریم میں کمی نہ ہونے کی تصریح کرتے ہیں، جن میں وہ حضرات بھی ہیں، جو اس بات کی بھی تصریح کرتے ہیں کہ شیعہ کی طرف جو یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ دو ''گتوں'' کے درمیان جو کچھ موجود ہے، قرآن اس سے زیادہ ہے، تو وہ جھوٹا ہے، اور ان میں وہ حضرات بھی ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ اس بات پر علمائے شیعہ، بلکہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اور ان میں وہ حضرات بھی ہیں، جو تحریف نہ ہونے پر کتاب وسنت وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے ان موضوعات پر مخصوص تالیف بھی کی ہے۔

اور خلاصہ یہ ہے کہ ''شیعہ امامیہ'' کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن میں تحریف واقع نہیں ہوئی، اور جو کتاب ہمارے ہاتھوں کے درمیان موجود ہے، وہ پورا قرآن ہے، جس کو اللہ عزوجل نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا، کسی زیادتی، یا کمی کے بغیر۔

یہ شیعہ کا ماضی کے زمانہ میں بھی عقیدہ تھا، اور موجودہ دور میں بھی ان کا عقیدہ یہی ہے،

جیسا کہ اس بات کی شیعہ کے بڑے علماء اوران کے مشہور مؤلفین کے کلمات میں تصریح آئی ہے، جس کا سلسلہ ہزار سال سے زیادہ سے، موجودہ دور تک جاری ہے (التحقیق فی نفی التحریف عن القرآن الشریف)

موصوف مذکور ہی مذکورہ کتاب ''التحقیق فی نفی التحریف عن القرآن الشریف'' میں مزید لکھتے ہیں:

لقد كان بحثنا حتى الآن يدور حول الأحاديث التي وردت في كتب الشيعة الإمامية ، وهي تفيد ـ بظاهرها ـ تحريف القرآن ، بمعنى نقصانه وضياعشيء ممّا نزل على النبي.
والآن يجدر بنا أن ننظر في الكتب التي أخرجت تلك الأحاديث فيها ، والعلماء الذين رووها ، لنرى مدى صحّة التمسّك بهذه الأحاديث من هذه الجهة.
وقبل الخوض في البحث يجب أن ننبّه على امور :
١ ـ الرواية أعم من الإعتقاد:
الأول :إنّ رواية الخبر مطلقاً أعمّ من قبوله والإعتقاد بمضمونه ، فقد عنى محدّثو الشيعة منذ القرون الاولى بجمع الروايات الواصلة إليهم عن الأئمة ، وتبويبها وتنظيمها ، صوناً لها من الضياع والنسيان وما شابه ذلك ، من غير نظر في متونها وأسانيدها ، ولذا تجد في روايات الواحد منهم ما يعارض ما رواه الآخر ، بل تجد ذلك في أخبار الكتابين بل الكتاب الواحد للمؤلّف الواحد ، وترى المحدّث يروي في كتابه الحديثي خبراً ينصّ على عدم قبول مضمونه في كتابه الفقهي أو الإعتقادي ، لذلك فالرواية أعمّ من القبول والتصديق بالمضمون.
فلا يجوز نسبة مطلب إلى راوٍ أو محدّث بمجرد روايته أو نقله لخبر يدلّ على ذاك المطلب ، إلاّ إذا نصّ على الإعتقاد به أو أورده في كتاب التزم بصحّة أخباره ،أو ذكره في كتاب صنّفه في بيان اعتقاداته أو فتاواه.وهل يوجد عند الشيعة كتاب التزم فيه مؤلّفه بالصحّة من أوّله إلى آخره؟ الجواب :لا ، وهذا هو الأمر .
٢ :لا كتاب عند الشيعة صحيح كله:
الثاني :إنّه لا يوجد كتاب واحد من بين كتب الشيعة وصفت أحاديثه جميعها بالصحّة ، وقوبلت بالتسليم والقبول لدى الفقهاء والمحدّثين.ولذا نجد أنّ أحاديث الشيعة ـ وحتى الواردة في الكتب الأربعة التي عليها المدار في استنباط الأحكام الشرعية ـ قد تعرّضت لنقد علماء الرجال وأئمّة الجرح والتعديل ، فكل خبر أجتمعت فيه شرائط الصحّة ، وتوفّرت فيه مقتضيات القبول اخذ به ، وكلّ خبر لم يكن بتلك المثابة ، ردّ ، أياً كان مخرجه وراويه والكتاب الذي أخرج فيه (التحقيق في نفي التحريف عن القرآن الشريف، ج ۱، ص ۹۹ و ۱۰۰، الباب الاول : الشيعة والتحريف،الفصل الخامس،الرواة لأحاديث التحريف من الشيعة،مقدّمات، الناشر: مركز الحقائق الإسلامية، قم، ايران، الطبعة الثالثة : ۱۴۲۶هـ)

ترجمہ: یہاں تک ہماری بحث ان احادیث کے گرد دائر تھی، جو شیعہ امامیہ کی کتب میں وارد ہوئی ہیں، اور یہ احادیث بظاہر تحریفِ قرآن پر دلالت کرتی ہیں، اس معنیٰ کر کہ قرآن میں کمی واقع ہوگئی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل کیا گیا تھا، اس کا کچھ حصہ ضائع ہوگیا۔

اور اب ہمیں اس بات کی اہلیت حاصل ہوگئی کہ ہم اُن کتابوں میں نظر کریں، جن میں ان احادیث کی تخریج کی گئی ہے، اور اُن علماء میں نظر کریں، جنہوں نے ان کو روایت کیا ہے، تاکہ ہم مذکورہ جہت سے ان احادیث سے، دلیل پکڑنے کی صحت کا جائزہ لے سکیں۔

اور اس بحث میں داخل ہونے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم چند امور پر تنبیہ کریں:

پہلا قابلِ تنبیہ امر تو یہ ہے کہ ''روایت'' کا درجہ ''اعتقاد'' کے مقابلہ میں عام ہوتا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ ''خبر'' کی روایت، علی الاطلاق اس کے قبول کرنے اور اس کے مطابق اعتقاد رکھنے کے مقابلہ میں عام ہوا کرتی ہے، چنانچہ قرونِ اولیٰ سے محدثینِ شیعہ، اُن تمام روایات کو ذکر کرتے ہیں، جو اُن تک ائمہ سے پہنچیں، اور ان پر ابواب بھی قائم کرتے ہیں، اور اُن کو ترتیب کے ساتھ درج کرتے ہیں، تاکہ وہ ضیاع اور نسیان، اور اس جیسی دوسری چیزوں سے محفوظ ہو جائیں، وہ اُن کے متون اور ان کی اسناد کی طرف توجہ نہیں کرتے، اور اسی وجہ سے آپ اُن میں سے بعض محدثین کی مرویات کو اس حال میں پاتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے معارِض ہوتی ہیں، بلکہ آپ یہ چیز دو کتابوں کے اخبار میں بھی پاتے ہیں، بلکہ ایک ہی مؤلف کی، ایک کتاب میں بھی پاتے ہیں، اور آپ دیکھتے ہیں کہ ایک محدث اپنی حدیث کی کتاب میں، ایسی خبر کو روایت کرتا ہے، جس کے مضمون کو وہ اپنی فقہی، یا اعتقادی کتاب میں قبول نہ کرنے کی تصریح کر دیتا ہے، اس قسم کی وجوہات کی بناء پر روایت کا درجہ، اس کے قبول اور تصدیق کرنے کی ذمہ داری کے مقابلہ میں عام ہے۔

لہٰذا کسی راوی، یا محدث کی طرف، محض اس کے روایت کرنے، یا اس کے نقل کرنے کی

وجہ سے، اُس کی روایت کے اُس مطلب کی نسبت کرنا جائز نہیں، جو روایت اس مطلب پر دلالت کرتی ہو، اِلَّا یہ کہ وہ اس کے مطابق اعتقاد کی تصریح کرے، یا اُس کو ایسی کتاب میں لائے، جس کی روایات کی صحت کا اس نے التزام کیا ہو، یا وہ اس کو ایسی کتاب میں ذکر کرے، جس کو اس نے اپنے اعتقادات کے بیان، یا اپنے فتاویٰ کی صورت میں تصنیف کیا ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا شیعہ کے نزدیک کوئی ایسی کتاب پائی جاتی ہے، جس میں اس کے مؤلف نے شروع سے آخر تک صحت کا التزام کیا ہو؟ اس کا جواب نفی میں ہے، واقعہ یہی ہے (اگرچہ کوئی اس کے برخلاف دعویٰ کرے)

دوسرا قابلِ تنبیہ امر یہ ہے کہ شیعہ کتابوں میں کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں پائی جاتی، جس کی تمام احادیث کو صحت کے ساتھ متصف کیا گیا ہو، اور اس کو قابلِ قبول قرار دیا گیا ہو، اور فقہاء ومحدثین کے نزدیک اس کو قبول کیا گیا ہو۔

اور اسی وجہ سے ہم شیعہ کی ایسی احادیث کو پاتے ہیں، یہاں تک کہ اُن احادیث کو جو اُن کتبِ اربعہ میں وارد ہیں، جن پر احکامِ شرعیہ کے استنباط کا مدار ہے، علمائے رجال اور علمائے جرح وتعدیل کی تنقید وتحقیق کے لیے اُن سے تعرض کیا گیا ہو، تو ہر وہ خبر جس میں صحت کی شرائط جمع ہوئیں، اور قبول کے مقتضیات اس میں مکمل طریقے پر پائے گئے، اس کو لے لیا گیا، اور ہر ایسی خبر جس میں یہ مجموعہ نہیں پایا گیا، اس کو رَد کر دیا گیا، چاہے اس کا مخرَج کوئی بھی ہو، اور اس کا راوی کوئی بھی ہو، اور اس کی خواہ کسی کتاب میں بھی تخریج کی گئی ہو (التحقیق فی نفی التحریف)

موصوف مذکورہ کتاب ’’التحقیق فی نفی التحریف عن القرآن الشریف‘‘ میں مزید لکھتے ہیں:

نعم ، هناک فی بعض الکلمات نسبته إلی المحدّثین من علماء الشیعة ،
وقد بذلنا الجهد فی التحقیق حول مدی صحة هذه النسبة ، وراجعنا ما توفّر لدینا من الکتب والکلمات بإمعان وإنصاف ، فلم نجد دلیلاً علی ذلک ولا وجهاً مبرّراً له ، بل هو حدس وتخمین أو ذهول عن الواقع إن لم یکن تعصّب.

والتحقيق :إنّ المحدّثين من الشيعة الإمامية الرواة لأخبار التحريف على ثلاث طوائف :

فطائفة يروون من الأخبار الظاهرة فى التحريف فى كتبهم الحديثية ولا يعتقدون بمضامينها ، بل يؤولونها أو يجمعون بينها وبين ما يدلّ على النفى ببعض الوجوه ، ومنهم من ينصّ على اعتقاده ، بخلافها أو بما يستلزم هذا الاعتقاد ، وعلى رأسهم الشيخ الصدوق.

وطائفة يروونها ولا وجه لنسبة القول بالتحريف إليهم إلاّ أنّهم يروونها ، وعلى رأسهم الشيخ الكلينى ، إن لم نقل بأنّه من الطائفة الاولى.

وطائفة يروونها وينصّون على اعتقادهم بمداليلها وإيمانهم،بمضامينها ، وعلى رأسهم الشيخ على بن إبراهيم القمى ، إن تمت النسبة إليه.

وبهذا يتبيّن أنّه لا يجوز نسبة القول بالتحريف إلاّ إلى هذه الطائفة الثالثة من المحدّثين من الإمامية ، وقد وافقهم من شذّ من الاصوليين على تفصيل ، وهو الشيخ النواقى.

فهذا مجمل ما توصّلنا إليه واعتقدنا به ، وإليك تفصيله وإقامة البرهان عليه (التحقيق فى نفى التحريف عن القرآن الشريف، ج ١، ص ١١١ و ١١٢، الباب الاول : الشيعة والتحريف، الفصل الخامس،الرواة لأحاديث التحريف من الشيعة،المحدّثون وأخبار التحريف،مقدّمات، الناشر: مركز الحقائق الإسلامية، قم، ايران، الطبعة الثالثة : ١٤٢٦هـ)

ترجمہ: البتہ اس موقع پر بعض کلمات میں اس تحریف کی علمائے شیعہ میں سے بعض محدثین کی طرف نسبت کی گئی ہے،اور ہم نے اس نسبت کی صحت کی گہرائی تک جانے کے لیے تحقیق کی جدوجہد کو خرچ کیا،اور ہم نے اپنے پاس موجود کتب اور کلمات میں گہرائی اور انصاف کے ساتھ بھرپور طریقے سے رجوع کیا،تو ہم نے اس کی کوئی دلیل نہیں پائی،اور نہ ہی کوئی وجہ ایسی پائی، جو اس بات کی صداقت ظاہر کر سکے، بلکہ یہ بات اَٹکل اور تخمین،یا واقعہ سے ذہول پر مبنی ہے،اگر یہ تعصب پر مبنی نہ ہو(اور اگر تعصب پر مبنی ہو،تو پھر الگ معاملہ ہے)

اور تحقیقی بات یہ ہے کہ شیعہ امامیہ سے محدثین، جو تحریف کے اخبار کے راوی ہیں،وہ تین قسم کی جماعتیں ہیں:

ایک جماعت وہ ہے، جو اپنی کتبِ حدیث میں تحریف سے متعلق ''اخبارِ ظاہرہ'' کو روایت کرتی ہے،لیکن ان کے مضامین کا اعتقاد نہیں رکھتی، بلکہ وہ جماعت ان روایات کی تاویل کرتی ہے، یا ان روایات اور اُن روایات کے مابین جمع کرتی ہے، جو بعض

وجوہ سے، تحریف کی نفی پر دلالت کرتی ہیں، اور ان میں سے بعض حضرات وہ ہیں کہ جو تحریف سے متعلق ان روایات کے برخلاف، یا اس اعتقاد سے لازم آنے والی چیزوں کے برخلاف کی تصریح کرتے ہیں، اور اس جماعت کے سرے پر ''شیخ صدوق'' ہیں۔

اور دوسری جماعت وہ ہے، جو محض ان احادیث واخبار کو روایت کرنے والی ہے، لیکن ان کی طرف تحریف کے قول کی نسبت کی کوئی وجہ نہیں، سوائے اس کے کہ انہوں نے ان کو صرف روایت کیا ہے، اور اس جماعت کے سرے پر ''شیخ کلینی'' ہیں، اگر ہم یہ نہ کہیں کہ وہ پہلی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔

اور تیسری جماعت وہ ہے، جو اِن احادیث کو روایت بھی کرتی ہے، اور ان روایات کے مدلولات کے مطابق اعتقاد، اور ان روایات پر ایمان کی تصریح کرتی ہے، اُن مضامین کے مطابق، جو اُن روایات میں بیان کیے گئے ہیں، اور اس جماعت کے سرے پر ''شیخ علی بن ابراہیم قمی'' ہیں، اگر ان کی طرف نسبت کو درست مان لیا جائے۔

اور اس تفصیل سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ تحریف کے قول کی نسبت، محدثینِ امامیہ کی صرف اس جماعت کی طرف کرنا ہی جائز ہے، اور اس شخص کی طرف بھی کرنا جائز ہے، جو اصولیین سے حسبِ تفصیل الگ ہو کر، اس تیسری جماعت کے موافق ہو گیا ہے، جو کہ ''شیخ نواقی'' ہے۔ پس یہ اس بحث کا خلاصہ ہے، جس کی طرف ہماری رسائی ہوئی، اور جس کے مطابق ہمارا اعتقاد ہے، اور اب آگے اس کی تفصیل، اور اس پر برہان کو قائم کیا جاتا ہے (التحقیق فی نفی التحریف)

اس کے بعد مذکورہ کتاب میں، مذکورہ مدعاء کی باحوالہ تفصیل ذکر کی گئی ہے۔

اسی کے ساتھ شیخ محمد بن یعقوب کلینی کی تالیف ''الکافی'' میں مذکور روایات پر بھی تفصیل کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ جامعہ طہران کے استاذ ''دکتور فتح اللہ المحمدی'' کے حوالہ سے بقیہ ناموں کا ذکر آگے آتا ہے۔

امامیہ اثنا عشریہ کی طرف سے تحریفِ قرآن نہ ہونے پر دوسری متعدد تصریحات موجود ہیں۔

اور مختلف ادوار سے تعلق رکھنے والے اس طرح کے بے شمار علمائے شیعہ، رافضہ اور اثنا عشریہ کی تصریحات موجود ہیں، جو ان کے مذہب میں معتبر مجتہدین شمار کئے جاتے ہیں، اور انہوں نے اپنی تالیفات وتصنیفات میں تحریفِ قرآن کی نفی کی ہے، لیکن افسوس کہ بعض حضرات کی طرف سے ان کے حوالہ جات کو ترک کر کے، صرف ان حضرات کے حوالہ جات کو چن چن کر سامنے لایا جاتا ہے، جن کی عبارات میں کسی بھی نوعیت کی تحریف، یا روایت کا ذکر ہو، اور خواہ ان لوگوں کا شمار شیعہ مذہب میں مجتہد ومرجع میں نہ ہوتا ہے، جو کہ عدل وانصاف سے ہم آہنگ طریقہ نہیں۔

پس ''اخباریین'' اور ''اصولیین'' اور جمہور وغیر جمہور کے فرق کا لحاظ کئے بغیر امامیہ، اثنا عشریہ کی طرف منسوب روایات وکتب میں مذکور ہر بات کو من وعن جملہ اثنا عشریہ کی طرف منسوب کر دینا، اور علی الاطلاق تکفیر کا حکم لگا دینا، بطور خاص جمہور اثنا عشریہ، جو کہ اصولیین ہیں، اور وہ اجتہاد کی مشروعیت کے قائل ہیں، ان کے اصول کو نظر انداز کر دینا، درست نہیں، اگر چہ بعض بزرگوں نے، اس فرق کا لحاظ کئے بغیر علی الاطلاق تکفیر کا حکم کیوں نہ لگا دیا ہو، تب بھی اپنے علم وتحقیق کے مطابق پوری صورتِ حال کو سامنے رکھنا، اور اپنے آپ کو جامد تقلید سے بچانا ضروری ہے، اور اگر پھر بھی تقلید کرنا ضروری ہو، تو ''غیر مجتہدین'' کے مقابلہ میں ''مجتہدین'' کی کرنا چاہیے، اور مجتہدین کی تصریحات پہلے مفصل طور پر نقل کی جا چکی ہیں، جو ''علی الاطلاق روافض کی تکفیر'' کے برخلاف، بلکہ رافضہ کی عدمِ تکفیر پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ (جاری ہے............)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

کافروں کے مشابہتی ومعاشرتی بائیکاٹ کا حکم

آج کل مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر کام میں کافروں کی وضع قطع اور ان کے حلیہ، اور ان کی معاشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں، غمی، خوشی کا ہر کام ان کے طریقہ پر کرنے کے خواہش مند ہیں، ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے آمادہ نہیں، جس کا شریعت کی طرف سے حکم ہے۔

اور جب کافروں کی طرف سے مسلمانوں پر کوئی ظلم وستم ہوتا ہے، تو اس وقت ان کے خلاف زبان درازی کرنے کو بہت بڑی فتح تصور کرتے ہیں، اور اس کا نام باطل کے خلاف آواز اٹھانا اور زبان بلند کرنا رکھ لیا گیا ہے، اور جو کوئی ایسا نہ کرے، اسے مداہن، بزدل اور ڈرپوک کہا جاتا ہے۔

زیادہ کچھ کیا، تو کافروں کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم چلا دیتے ہیں، جس میں طرح طرح سے شریعت کے احکام کو پامال کیا جاتا ہے، لیکن اس سے کوئی پائیدار و بامقصد نتیجہ برآمد نہیں ہوتا، جس کی بنیادی وجہ، شریعت کے اہم احکام کو نظر انداز کرنا، اور شرعی احکام کو توڑنا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ”اب تو وہ زمانہ ہے کہ ہر شخص کی رفتار، گفتار اور لباس سے انگریزیت جھلکتی ہے، سادگی کا نام ہی نہیں رہا، زبان سے نصرانیت اور انگریزیت کی برائی کرتے ہیں اور دل میں وہی باتیں رچی ہیں، ان ہی جیسا لباس، ان ہی جیسی معاشرت، اختیار کر رکھی ہے، مجھے تو ایک عالم کا قول پسند آیا کہ یہ لوگ نصرانیوں (عیسائیوں) کے مخالف ہیں اور نصرانیت (عیسائیت) کے حامی ہیں۔

بات تو کام کی کہی، واقعی یہی ہو رہا ہے، غضب تو یہ ہے کہ اس فتنہ سے بعض علماء بھی نہ بچ سکے اور نصوص (قرآن وحدیث) کے خلاف کرنا شروع کر دیا، ان (لوگوں) کا طریقۂ کار بالکل نصوص (قرآن وحدیث) کے خلاف ہو رہا ہے، لیکن کسی کا عمل تو حجت (دلیل) نہیں،

جب کوئی تدبیر(وطریقہ) تدابیرِ منصوصہ(قرآن وحدیث میں بیان کردہ طریقوں) کے خلاف اختیار کی جاوے گی،اس کو تو ممنوع(اورناجائز) ہی کہا جاوے گا،بالخصوص(خصوصاً) جبکہ وہ فعل عبث،یا مضر(بیکار یا نقصان دہ)بھی ہو،تو اس کی حرمت(اورناجائز ہونے) میں پھر کیا شبہ ہوسکتا ہے،وہاں تو(فقہ کے مشہور قاعدہ)’’اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ ‘‘(کہ ضرورت اور مجبوری کے وقت ممنوع کام بھی جائز ہوجاتے ہیں) کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا،مثلاً ہڑتال ہے،جلوس ہیں،ان میں وقت کا ضائع ہونا،روپیہ کا صرف ہونا،حاجت مندوں لوگوں کو تکلیف ہونا،نمازوں کا ضائع ہونا(پتھراؤ،آتشزدگی،سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کرنا،غیرشرعی نعرے اور بیان بازی وغیرہ) کھلے مفاسد ہیں،تو یہ افعال کیسے جائز ہوسکتے ہیں؟ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر نیت امدادِ حق(یعنی حق کی مدد کرنے) کی ہو(تو کیا پھر بھی یہ کام جائز نہ ہوگا،اس کے جواب میں) فرمایا کہ(پہلی بات تو یہ ہے کہ) ان باتوں سے حق کو کوئی امداد نہیں پہنچتی، دوسرے نامشروع فعل(غیرشرعی کام اچھی)نیت سے مشروع (شرعی) نہیں ہوجاتا،یہ تو محض جاہ طلبی(یعنی دوسروں کی نظروں میں اپنی قدرومنزلت کو بڑھانا) ہے کہ جلسے ہورہے ہیں،جلوس نکل رہے ہیں،گلوں میں ہار پڑ رہے ہیں،اور یہ سب بددینوں ہی سے سبق حاصل کئے ہیں اور سب یورپ ہی کی تقلید ہے(چنانچہ اسلام میں ان چیزوں کا ثبوت نہیں)اور مزاحاً فرمایا کہ ہار(مغلوبیت)تو پہلے ہی گلوگیر(گلے میں پڑا ہوا) ہے، پھر کامیابی(جیت) کہاں‘‘(ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر۵ص ۱۵۶،۱۵۷)

حکیم الامت حضرت تھانوی ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

’’تعجب ہے کہ جو لوگ اس کے دعویدار ہیں کہ ہم ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنا چاہتے ہیں،وہ خود انگریزیت کی حددرجہ حمایت کرتے ہیں،انگریزی فیشن،انگریزی تہذیب، انگریزی تمدن پر لٹے ہوئے ہیں(اسعدالابرار،ملفوظاتِ حکیم الامت جلد نمبر۲۵،ص ۲۰۷،ملفوظ نمبر۱۲۳)

مزید فرماتے ہیں کہ:

’’جو کام کرنے کے ہیں ان کی طرف،تو کبھی التفات(خیال) بھی نہیں ہوتا اور یہ بائیکاٹ وغیرہ ان سے کام چلتا ہے؟اگر انبیاء علیہم السلام بھی نرے بائیکاٹ سے کام

لیتے ،تو ہرگز دین کی اشاعت نہ ہوتی،کام تو کام کے طریقہ اور ہر موقع پر اس کے مناسب عمل سے ہوتا ہے، دیکھ لیجئے جب تک قوت جمع نہ ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے صبر اور حِلم سے کام لیا، جہاد کی بھی اجازت نہ ہوئی، جب قوت جمع ہوگئی، جہاد بھی فرض ہوگیا اور تلوار سے کام لیا گیا، پھر اتنا بڑا کام کہ اظہر من الشّمس (سورج سے بھی زیادہ ظاہر) ہے، یہ سب برکت مناسب طریقے پر عمل کرنے کی تھی'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر۳ ص۱۰۷، ملفوظ نمبر۶۹)

اسی سلسلہ میں ایک مقام پر موصوف مذکور فرماتے ہیں:

''سب خرابیوں کے ذمہ دار خود مسلمان ہی ہیں، یہ خود ہی (شرعی) احکام سے اعراض کیے ہوئے ہیں، پھر جب خود ہی ان کے قلوب (دلوں) میں احکامِ شرعیہ کی وقعت وعظمت نہیں اور خود ہی ان کی پابندی واحترام نہیں کرتے، تو دوسری قومیں کیا احترام کریں گی اور ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے، مثلاً نماز کی پابندی مسلمانوں میں نہیں، داڑھی منڈانا ان کا شعار ہوگیا ...... ہماری شکایت واقع میں اپنا قصور دوسروں کے سر منڈھنا ہے، اگر مسلمان فی الحقیقت مسلمان بن جائیں، تو پھر آپ دیکھیں کہ ایک دم کایہ پلٹ ہوجائے اور سب ان کے سامنے سر جھکا دیں ...... اگر یہ (مسلمان) خود احکامِ اسلام اور شعائرِ اسلام کے پابند ہوجائیں دوسروں پر خود بخود اثر ہو، یہ بھی ایک نہایت زبردست تبلیغ ہے'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر۲ ص۱۰۵و۱۰۶، ملخصاً ملفوظ نمبر۱۳۸)

موصوف مزید فرماتے ہیں کہ:

''آج کل مسلمانوں کی حالت عجیب ہے، دوسروں سے اسلام، احکامِ اسلام کی وقعت وعظمت اور احترام کے خواہشمند ہیں اور خود احکامِ اسلام وشریعتِ مقدسہ کی وقعت اور عظمت قلوب (دلوں) میں نہیں رہی'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر۸ ص۳۳۱، ملفوظ نمبر۴۶۹)

ایک اور مقام پر حضرت موصوف فرماتے ہیں:

''سب سے بڑی بات قابلِ ذکر، بلکہ قابلِ شکایت یہ ہے کہ یہ لوگ (یعنی مسلمان)

دوسروں سے تو اسلام کی عزت کے خواہاں ہیں اور خود اسلام اور احکامِ اسلام کو پائمال کرتے ہیں ،ایک زمانے میں نمازوں کے وقت میں جلسے ہوتے رہے، کچھ پرواہ نہیں، رمضانُ المبارک میں عام شاہراہوں پر میزوں پر کھانے چُنے گئے اور کُرسیوں پر کھائے گئے، یہ حرکات کہاں تک جائز ہیں'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر۳ص ۶۹و ۷۰،ملفوظ نمبر ۶۹)

اور جو سنجیدہ اہلِ علم حضرات ان لوگوں کو مذکورہ طرزِ عمل سے آگاہ کرتے ہیں، تو یہ لوگ الزام بھی الٹا ان ہی کو کافروں کی حمایت کا دیتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت موصوف فرماتے ہیں:

''(ہمارا) حکام سے نہ کبھی ملنا، نہ جلنا، نہ واسطہ، نہ مطلب، مگر ہم تو موالاتی (یعنی ان کے دوست)اور یہ طاعنین (ہمیں طعنہ دینے والے)ان کے یہاں جا جا کر شب وروز کرسیوں پر ڈٹے رہیں، صورت سیرت ان کی سی ،لباس وضع قطع ان جیسی، کیک، بسکٹ، چھری، کانٹا، ان جیسا، غرض کہ ہر طرح پر ان سے خلاملا اور پھر یہ غیر موالاتی (یعنی ان کو کافروں کا دوست نہیں سمجھا جاتا) عجیب فیصلہ ہے (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر ۷ ص ۵۳،ملفوظ نمبر ۴۴)

عبرت کدہ　　حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط101　　مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ اور خضر (حصہ دوم)

مچھلی کا تڑپ کر ٹوکری سے نکلنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم حضرت یوشع بن نون دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہے، دن کا جو حصہ باقی تھا، وہ بھی سفر میں گزرا، اور رات بھی، راستہ میں ایک جگہ ایک پتھر آیا، اسی پر سر رکھ کر سو گئے تھے، اسی اثناء میں مچھلی تڑپ کر ٹوکری سے نکلی، اور اس نے سمندر میں اپنی راہ بنالی، جس جگہ مچھلی نے راستہ بنایا، وہاں پر اللہ تعالیٰ نے پانی کا جریان روک دیا، اور اس جگہ پانی کے اندر ایک سرنگ جیسی ہوگئی، اور اس مچھلی کو اس جگہ ٹھہرا دیا، اس منظر کو حضرت یوشع نے دیکھا تو تھا، مگر موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے، اور اس جگہ کو چھوڑ کر آگے چلے گئے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا (سورة الكهف، رقم الآية ٦١)

یعنی ''چنانچہ جب وہ ''مجمع البحرین'' پر پہنچے، تو دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے، اور اس نے سمندر میں ایک سرنگ کی طرح کا راستہ بنالیا''۔

اور اگلے دن کی صبح ہوئی، تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا صبح کا کھانا تو لاؤ، اس سفر میں ہمیں بڑی تکلیف پہنچی ہے، موسیٰ علیہ السلام برابر چلے جا رہے تھے، جب اس جگہ سے آگے بڑھ گئے،

[1] وحاصل المعنى فلما بلغا مجموعهما يعنى انتهيا الى الصخرة التى عند مجمع البحرين كما مر فى الصحيح وقد موسى فاضطرب الحوت المشوى وعاش وذهب فى البحر كما مر فى الصحيح ليكون ذلك معجزة لموسى او الخضر وفى الصحيحين وقال سفيان يزعم ناس ان تلك الصخرة عندها عين الحيوة لا يصيب ماؤها شيئا الا عاش ووثب فى البحر (التفسير المظهرى، ج٦ ص٣٨، سورة الكهف)

www.idaraghufran.org

جہاں تک پہنچنا تھا، یعنی جو حضرت خضر کے ملنے کی جگہ تھی، تو زیادہ تھکن محسوس کی، اس وقت حضرت یوشع سے کھانا طلب کیا، حضرت یوشع نے جواب دیا کہ آپ کو علم نہیں، جب ہم نے پتھر کے پاس ٹھکانا پکڑا تھا، اس وقت مچھلی سمندر میں چلی گئی تھی، جب ہم وہاں سے چلنے لگے، تو مجھے یہ یاد نہ رہا کہ آپ کو بتادوں۔

قرآن مجید کی سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآئَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا. قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ، وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا (سورة الكهف، رقم الآيات ۶۲، ۶۳)

یعنی ”پھر جب دونوں آگے نکل گئے، تو موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ، سچی بات یہ ہے کہ ہمیں اس سفر میں بڑی تھکاوٹ لاحق ہوگئی ہے۔ اس نے کہا کہ بھلا بتائیے! (عجیب قصہ ہوگیا) جب ہم اس چٹان پر ٹھہرے تھے، تو میں مچھلی (کا آپ سے ذکر کرنا) بھول گیا، اور شیطان کے سوا کوئی نہیں ہے، جس نے مجھ سے اس کا تذکرہ کرنا بھلایا ہو، اور اس (مچھلی) نے تو بڑے عجیب طریقے پر دریا میں اپنی راہ لے لی تھی“۔

یہ بھول شیطان ہی کے بھلانے سے ہوئی، کوئی بھولنے والی بات نہیں تھی، بلکہ یاد رکھنے اور یاد رہنے کی بات تھی، مچھلی جو سمندر میں گئی، اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم حضرت یوشع کو اس سے بڑا تعجب ہوا، حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ یہی تو وہ جگہ تھی، جس کی تلاش میں ہم چلے تھے، مچھلی کا ہم سے جدا ہو جانا اس بات کی نشانی تھی کہ ہم جن صاحب کی تلاش میں نکلے ہیں وہ وہیں ہیں۔

قرآن مجید کی سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (سورة الكهف، رقم الآية ۶۴)

یعنی ”موسیٰ نے کہا کہ اسی بات کی تو ہمیں تلاش تھی، چنانچہ دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے واپس لوٹے“۔

اب کیا ہوسکتا ہے، اب تو واپس ہی ہونا پڑے گا، لہٰذا پچھلے پاؤں لوٹے، اور یہ دیکھتے رہے کہ

کدھر سے آئے تھے۔ [1]

---

[1] صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کے متعلق مندرجہ ذیل تفصیل حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حتى إذا أتيا الصخرة وضعا رؤوسهما فناما، واضطرب الحوت فى المكتل فخرج منه فسقط فى البحر "فاتخذ سبيله فى البحر سربا" وأمسك الله عن الحوت جرية الماء فصار عليه مثل الطاق، فلما استيقظ نسى صاحبه أن يخبره بالحوت، فانطلقا بقية يومهما وليلتهما، حتى إذا كان من الغد قال موسى "لفتاه آتنا غدائنا لقد لقينا من سفرنا هذا نصبا" قال: ولم يجد موسى النصب حتى جاوز المكان الذى أمر الله به، فقال له فتاه: "أرأيت إذ أوينا إلى الصخرة فإني نسيت الحوت وما أنسانيه إلا الشيطان أن أذكره واتخذ سبيله فى البحر عجبا" قال: فكان للحوت سربا، ولموسى ولفتاه عجبا، فقال موسى: "ذلك ما كنا نبغى فارتدا على آثارهما قصصا" (صحيح البخارى، رقم الحديث ۴۷۲۵، كتاب تفسير القرآن، سورة الكهف، صحيح مسلم ۲۳۸۰"۱۷۴")

"دورانِ سفر پتھر کے پاس پہنچ کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے، یہاں اچانک یہ مچھلی حرکت میں آ گئی اور زنبیل سے نکل کر دریا میں چلی گئی، اور (مچھلی کے زندہ ہو کر دریا میں چلے جانے کے ساتھ ایک دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ) جس راستہ سے مچھلی دریا میں گئی، اللہ تعالیٰ نے وہاں پانی کا جریان روک دیا، اور اس جگہ پانی کے اندر ایک سرنگ جیسی ہوگئی (یوشع بن نون اس عجیب واقعہ کو دیکھ رہے تھے، موسیٰ علیہ السلام سو گئے تھے) جب بیدار ہوئے تو یوشع بن نون مچھلی کا یہ عجیب معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بتلانا بھول گئے اور اس جگہ سے پھر روانہ ہوگئے، پورے ایک دن ایک رات کا مزید سفر کیا، جب دوسرے روز کی صبح ہوگئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ، کیونکہ سفر سے کافی تکان ہو چکا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بمقتضائے الٰہی) موسیٰ علیہ السلام کو اس سے پہلے تکان بھی محسوس نہیں ہوا، یہاں تک کہ جس جگہ پہنچنا تھا، اس سے آگے نکل آئے، جب موسیٰ علیہ السلام نے ناشتہ طلب کیا تو یوشع بن نون کو مچھلی کا واقعہ یاد آیا، اور اپنے بھول جانے کا عذر کیا کہ شیطان نے مجھے بھلا دیا تھا کہ اس وقت آپ کو اس واقعہ کی اطلاع نہ کی، اور پھر بتلایا کہ وہ مردہ مچھلی تو زندہ ہو کر دریا میں ایک عجیب طریقہ سے چلی گئی، اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہی تو ہمارا مقصد تھا (یعنی منزلِ مقصود وہی تھی جہاں مچھلی زندہ ہو کر گم ہو جائے) چنانچہ اسی وقت واپس روانہ ہوگئے، اور ٹھیک اسی راستہ سے لوٹے جس پر پہلے چلے تھے، تاکہ وہ جگہ مل جائے"۔

طب وصحت　حکیم مفتی محمد ناصر

لُولگنا(Sun Stroke)

گرم ممالک میں جہاں کہ گرمی زیادہ پڑتی ہے، اکثر گرمیوں کے موسم میں ہوا کے اندر ایک زہریلا اثر پیدا ہوجاتا ہے، جوانسانی جسم میں سرایت کرتا ہے، اورخون میں ایک قسم کا جوش پیدا ہوکر تکلیف کا باعث ہوتا ہے، اس کو عام زبان میں لُولگنا کہا جاتا ہے۔

اسباب

گرمی کی شدت اور سورج کی تیزی سے اور دھوپ یا میدان میں چلنے پھرنے سے اور گرمی کے موسم میں سیاہ رنگ کا کپڑا پہننے سے یا گرمی کے موسم میں محنت کی کثرت سے لُو لگنے کی شکایت پیدا ہوجاتی ہے، دھوپ میں ننگے سر پھرنے اور گُدی کی ہڈی یعنی حرام مغز پر براہِ راست دھوپ پڑنے سے بھی لُو لگ جاتی ہے، ایسی حالت میں پہلے سر کا درد شروع ہوتا ہے، پھر فوراً ہی سخت بخار آجاتا ہے، پیشاب بار بار یا کم مقدار میں زردی مائل سرخ رنگ کا آتا ہے۔

مزاج: لُو لگے ہوئے مریض کا مزاج شدید گرم خشک ہوتا ہے۔

علامات

ایسے مریض کو پیاس کا غلبہ ہوتا ہے، اور آنکھوں کی رنگت سرخ ہوجاتی ہے، بعض لوگ لُو لگنے اور گرمی کی شدت کو برداشت نہ کرنے کی وجہ سے بے ہوش ہوجاتے ہیں، بعض اوقات تمام جسم پسینہ پسینہ ہوجاتا ہے، کبھی اُبکائیاں بھی آتی ہیں، ایسے بے ہوش آدمی کو فوراً ٹھنڈی اور ہوادار جگہ پر لٹادینا چاہئے، چہرے پر سرد پانی کے چھینٹے ماریں، بعض اوقات گرمی کی شدت کی وجہ سے سر کا درد بہت تیز ہوجاتا ہے، اگر ایسا ہوجائے، تو خدانخواستہ مریض کی فوراً ہلاکت کا خدشہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے بڑے بوڑھے ہدایت کرتے ہیں کہ گرمیوں میں لُو والے موسم میں باہر نکلتے ہوئے کپڑا، یارومال وغیرہ کے ذریعہ سَر ڈھانپ لینا چاہئے۔

علاج: لُو لگے ہوئے مریض کی حالت پر غور کرنا چاہئے، اگر مریض کو بخار نہیں ہے، صرف سَر میں درد ہے، تو ایسے مریض کا غذائی علاج یہ ہے کہ ایسے مریض کو دودھ سوڈا کثرت سے پلایا جائے، اس کے علاوہ اسکنجبین (یعنی لیموں، نمک اور چینی سے میٹھا کردہ ٹھنڈا پانی) پلائیں، یا سیون اپ میں لیموں نچوڑ کر پلائیں، مریض کو تربوز کھلائیں، مریض کے ماتھے پر پانی کی پٹیاں رکھیں، مریض کو ٹھنڈے ماحول میں رکھیں، برف والے پانی سے مریض کے پاؤں کو ٹھنڈا کریں، مریض کو سبز یا ہلکے آسمانی رنگ کے کپڑے پہنانا اور اگر مریض سونا چاہے، تو اسے سلا دینا بھی ایسی حالت میں فائدہ مند ہوتا ہے۔

پرہیز: گرم چیزوں کے کھانے پینے سے، اور گرم مقام میں رہنے سے، یا دھوپ میں اور کُھلے میدان میں گرمی کے وقت چلنے پھرنے سے احتیاط کرنی چاہئے۔

غذائیں: جب مریض کے حواس کچھ قائم ہو جائیں تو مریض کو جلد ہضم ہونے والی غذائیں مثلاً دودھ، ڈبل روٹی، مونگ کی کھچڑی، یا گیہوں کا دلیہ وغیرہ دینا چاہئے، نیز مریض کو میٹھے انار کا شربت یا سیب کا جوس پلائیں، پھلوں میں اپیچی ٹھنڈی کر کے مریض کو خوب کھلائیں، اس کے علاوہ تربوز کا شربت (یعنی گرمی کے موسم کا نہایت اعلیٰ اور سستا مشروب پلائیں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ تازہ تربوز لے کر اس کا گودہ نکال لیں، بیجوں سمیت بلینڈر سے شیک کریں، برف اور چینی حسبِ ضرورت ڈال لیں، اور چھلنی سے چھان کر مریض کو) پلائیں، کھانوں میں کدو جس قسم کا بھی ہو، ہلکی سیاہ مرچ ڈال کر مریض کو کھانے کی ہدایت کریں، سلاد میں مریض کو کھیرا کھانے کی ہدایت کریں، اس کے علاوہ دودھ چاول، دودھ والی سویاں، دودھ سوڈا (یعنی دودھ میں سیون اپ ملا کر پلائیں، نیز املی آلو بخارے کا شربت، صندل کا شربت، بنفشہ کا شربت، بزوری کا شربت، تخمِ بالنگو (تخمِ ملنگا) یہ تمام شربت لُو لگے ہوئے مریض کے لئے فائدہ مند ہیں۔

حفظِ ماتقدم کے طور پر گرمیوں اور لُو کے موسم میں آم کی کیری کی چٹنی پودینہ ڈال کر، اور پیاز دہی چھاچھ وغیرہ کبھی کبھار استعمال میں رکھنا لُو کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حاذق، از حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب مرحوم، علاج الامراض، از پروفیسر حکیم محمد اشرف شاکر صاحب مرحوم، دیہاتی معالج از حکیم حافظ محمد سعید صاحب مرحوم)

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

❑...... 15/شوال، بروز بدھ مولانا طارق محمود صاحب کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہوا، مفتی صاحب مدیر کا چند ارا کینِ ادارہ کے ساتھ تعزیت کے لئے ان کے گاؤں مرغز (صوابی) جانا ہوا، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرتِ کاملہ فرمائیں، اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

❑...... 18/شوال، بروز ہفتہ حافظ زین صاحب کے چھوٹے بھائی صاحب کا انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرتِ کاملہ فرمائیں، اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

❑...... 25/شوال، بروز ہفتہ مولانا عبدالسلام صاحب کی سفرِ عمرہ سے بحمداللہ بخیریت واپسی ہوئی۔

❑...... 11/ذیقعدہ، بروز پیر، طالبِ علم حافظ رومان اور حافظ سمیع اللہ کی حفظِ قرآن کے موقع پر دعائیہ تقریب ہوئی۔